وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

جلد — نمبر

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء

ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

تسلیم الوصول الی اسرار اسراء الرسول ۲۲۱-۲۳۰ سید صادق حسین صاحب اٹاوی

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو ۲۳۰-۲۳۶ ایڈیٹر

تثلیث کارڈ ۲۳۷-۲۴۲ اکمل

چند سوالوں کے جواب ۲۴۳-۲۴۷ "

ثناء اللہ کے ایک اعتراض کا جواب ۲۴۸-۲۴۹ ایڈیٹر

ایفاء عہد ۲۵۰-۲۵۲ ایڈیٹر

نکات قرآنیہ ۲۵۳-۲۵۸ اکمل

مینجر رسالہ نے اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپوا کر قادیان سے شایع کیا

خریداران تشحیذ الاذہان کو اطلاع

۱- ہر ایک خریدار مہربانی فرما کر اپنے پتے کی چٹ کو غور سے پڑھ لے۔ اور اگر کوئی اس میں غلطی ہو تو ضرور اطلاع دیں تاکہ درستی کر لی جائے بعض احباب اپنے مقام سے تبدیل ہو جاتے ہیں مگر ہمیں اطلاع نہیں دیتے بعد میں شکایت کرتے ہیں کہ رسالہ نہیں پہنچا۔ اطلاع دینے کا یہ طریق نہیں۔ کہ دفتروں میں خط کے کسی گوشے پر لکھ دیا۔ اس طرح بروقت اور بعض اوقات اطلاع نہیں پہنچتی۔ غرض اپنے اپنے ایڈریس ضرور نستعلیق حروف میں درست کرا لیے جائیں۔

۲- رسالہ ان خریداروں کے نام وی۔ پی ہوگا۔ جنھوں نے تا حال جنوری ۱۹۱۱ء و یا صرف سنہ ۱۹۱۱ء ادا نہیں فرمایا۔ اگر کسی صاحب کو حساب میں تامل ہو۔ تو وی۔ پی دس دن امانت میں رکھ کر فیصلہ کر لیں۔ وی۔ پی واپس نہ کریں۔ کہ اس طرح نقصان ہوتا ہے

قابل توجہ ناظرین

تشحیذ کو وقت پر نکالنے کے لیے ایک تنخواہ دار کاتب کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ جس کے لیے دس روز کا کام تو رسالہ کا ہے۔ باقی بیس دن خالی ہیں۔ ہماری احباب تشحیذ الاذہان کی مدد فرماویں۔ جسکی صورت یہ ہے۔ کہ اگر کوئی کتاب یا رسالہ یا اشتہار لکھوانا ہو۔ تو مناسب اجرت کیساتھ (جس کا فیصلہ خط و کتابت سے ہو سکتا ہے) یہاں بھیجدیں ہم انشاء اللہ انکو خوشخط لکھوا کر بھجوا سکتے ہیں۔ امید کہ اس کی طرف توجہ کی جائیگی +

مینجر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سُلَّمُ الْوُصُوْلِ اِلٰی اَسْرَارِ اِسْرَاءِ الرَّسُوْلِ

مصنفہ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی پر

ریویو

(گذشتہ سے پیوستہ)

قرآن کریم کے علاوہ احادیث نبویہ اور بالخصوص احادیث معراج میں بہت سے ایسے قراین موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اسراء الرسول جسم خاکی کیساتھ نہ تہا چنانچہ اس موقع پر ایک حدیث معراج سے چند قراین پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۴۸۱ - ۴۸۲ میں ایک متفق علیہ حدیث قتادہ سے مروی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تہا۔ کہ دیکہا ایک فرشتہ میرے پاس آیا۔ اور اس نے میرے سینہ کو حلق سے لیکر زیر ناف تک چیرا۔ میرا دل نکالا۔ پھر ایک سونے کا طشت ایمان سے بھرا ہوا میرے سامنے لایا گیا۔ پھر میرا دل دھویا گیا۔ اور بدستور اپنی جگہ پر رکھدیا گیا؟

اب مولوی ابراہیم صاحب اور ان کے ہمخیال اگر ذرا تدبر اور تفکر سے کام لیں۔ تو باسانی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث معراج کے شروع میں ہی ایسے قراین بیان فرما دیئے ہیں جن سے ایک نکتہ رس اور فہیم آدمی یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ معراج کا واقعہ اس عالم شہادت کا واقعہ نہیں بلکہ مثالی و کشفی واقعہ ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ دل کی حرکت بند ہوجانا موت کا طاری ہونا ہی پھر حلق سے ناف تک سینہ کا چیرا جانا اور پہلو سے دل باہر نکال لینا اور پھر اس کا دھویا جانا اور باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ رہنا یہ سب اس بات پر زبردست قراین ہیں کہ یہ واقعات جسمانی

رنگ کے نہیں۔ بلکہ ان سے مراد حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا عالم شہادت سے عالم مثال میں داخل ہونا ہے چنانچہ اس کی تائید دوسرے واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو اسی کیساتھ بیان کیا گیا ہے یعنی ایک سونے کا طشت ایمان سے بھرا ہوا آپ کے سامنے لایا جانا۔ کیونکہ یہ بات تو ایک معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ ایمان کوئی محسوس مجسّم شے نہیں۔ جو سونے کے طشت میں بھرا جائے۔ پس کچھ شک نہیں کہ اس سے مراد عالم مثال کی ایک پاک کیفیت ہے جس کی تعبیر ایسے لفظوں میں کی گئی ہے جن سے عالم شہادت و عالم مثال کے واقعات متمیّز ہو سکیں۔

(۲) دوسرا قرینہ جو اسی حدیث معراج میں ہمارے بیان کی تائید کرتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں آسمان پر ایک درخت کا دیکھنا بیان فرمایا ہے جس کا نام حدیث معراج میں سدرۃ المنتہٰی آیا ہے۔ شارحان حدیث لکھتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ وہ مقام ہے جو علوم و عقول خلائق کا منتہٰی ہے۔ پھر سدرہ کے بعد آسمان پر چار نہروں کا اس طرح ذکر فرمایا ہے۔ "پس ناگہاں وہاں چار نہریں تھیں۔ دو نہریں چھپی ہوئی اور دو نہریں ظاہر کہا میں نے کیا ہیں یہ دونوں طرح کی نہریں ظاہر اور باطن کی اے جبرئیل کہا جبرئیل نے دو نہریں چھپی ہوئی بہشت میں ہیں سلسبیل اور کوثر اور . . . . دو نہریں ظاہر . . . نیل اور فرات" (مظاہر حق) شارح نے لکھا ہے کہ نیل اور فرات سے مراد نیل مصر اور فرات کوفہ ہے۔

معزز ناظرین! اس حدیث میں آسمانی چیزوں کے مشاہدہ کیساتھ نیل مصر اور فرات کوفہ کا آسمان پر مشہود ہونا جو بیان ہوا ہے۔ کیا وہ اس بات پر ایک زبردست قرینہ قائم نہیں کرتا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم بجسدہ العنصری نیل مصر اور فرات کوفہ کو دیکھنے کے لئے آسمان پر تشریف نہیں لیگئے۔ بلکہ اپنے مقام راحت پر مقیم رہکر نورانی جسم کیساتھ روحانی نظارے آپ نے ایسے دیکھے۔ کہ ان نظاروں میں کوئی دوسرا آپ کا شریک و ہمسر نہیں ہو سکتا۔

(۳) تیسرا قرینہ جو معراج نبوی کو بجسدہ العنصری ماننے سے روکتا ہے وہ ہے جو اسی حدیث معراج میں آگے چل کر اس طرح بیان کیا گیا ہے

"پھر لایا گیا میری پاس ایک باسن شراب کا اور ایک باسن دودھ کا اور ایک باسن شہد کا یعنی تاکہ اختیار کروں میں جس کو کہ چاہوں ان میں سی پس لیا میں نے دودھ پس کہا جبریل نے کہ دودھ فطرت ہی تو ہو گا اس فطرت پر اور امت تیری" مظاہر حق صفحہ ۴۸۵

شارح لکھتا ہی:- "کہا علماء نے کہ دودھ اس عالم میں مثال دین اور علم کی ہی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ دودھ پیتا ہوں تو تعبیر اس کی یہ ہوئی۔ کہ دین وعلم سی منتفع اور محظوظ ہو گا"

ایھا الناظرون! آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بحالت سیر معراجی دودھ کا پیش کیا جانا اور حضرت جبریل علیہ السلام کا اسکی یہ تعبیر دینا کہ مراد اس سی فطرت ہے اور علمائ اسلام کا اس واقعہ کو عالم مثال کا واقعہ تسلیم کر لینا یہ سب باتیں ایسی ہیں۔ کہ جن سے معراج نبوی کے مثالی وکشفی ہونے میں کچھ شک باقی نہیں رہتا۔ پھر بھی اس واقعہ کو جسمانی قالب میں ڈھالنا اور دین اسلام پر مخالفین کو ناحق طعنہ زنی کا موقعہ دینا مولوی ابراہیم صاحب جیسے ہی حضرات کا کام ہے۔

(۴) چوتھا قرینہ جو معراج نبوی کو بجسدہ العنصری ہونے سے مانع ہے۔ وہ اسی حدیث میں بروایت ابن شہاب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"پھر لیجایا گیا مجھکو یہاں تک پہونچایا گیا مجھکو طرف سدرۃ المنتہیٰ حالانکہ ڈھانکا تھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کو رنگوں نے پھر داخل کیا گیا میں بہشت میں پس ناگہاں اس میں تھے گنبد موتیوں کے"

حضرات! اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہی۔ کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات بہشت میں داخل ہو گئے اور بہشت میں داخل ہونیوالوں کے لیے قرآن کریم میں یہ ارشاد ہو وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ۔ یعنی بہشت میں داخل ہونیوالے بہشت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ مولوی ابراہیم وغیرہ اہلحدیث کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معراج کی رات بہشت میں داخل ہو کر پھر نکل آئے اسلئے یہ عقیدہ ان کا قرآن کریم کے برخلاف ہے۔ اور ان کے لئے سوائے اسکے کوئی اور چارہ نہیں۔ کہ معراج نبوی کو کشفی ومثالی واقعہ تسلیم کر لیں۔

(۵) پانچواں قرینہ جو معراج نبوی کو خاکی جسم کیساتھ ہونیسے روکتا ہے۔ وہ اس حدیث معراج میں مذکور ہے جو مسلم میں ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ اور خلاصہ اسکا یہ ہے۔ کہ معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں حضرات ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ وغیرہم انبیاء علیہم السلام جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے انھوں نے نماز پڑھی (مظاہر حق صفحہ ۴۹۳)

اب ہر شخص جسکو تعصب اور ضد مانع نہ ہو۔ بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ کہ شب معراج میں سیر نبوی بجسدہٖ العنصری نہ تھی۔ بلکہ ایسے جسم لطیف کیساتھ تھی کہ جیسے اجسام لطیفہ انبیاء علیہم السلام کو بعد وفات قدرت سے عطا ہوئے ہیں کسی عاقل کو اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ شب معراج میں متوفی انبیاء علیہم السلام کے جو اجسام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس میں نظر آئے وہ خاکی اجسام نہ تھے۔ کیونکہ متوفی انبیاء علیہم السلام کے خاکی اجسام تو ان میں سے ہر ایک کی وفات کے بعد قبروں میں مدفون تھے۔ انکا آسمان سے اترنا اور پھر آسمان پر چڑھ جانا کیا معنی رکھتا ہے پس یہ امر بھی ایک نہایت قوی قرینہ ہے اس امر پر کہ واقعۂ معراج اس جسم خاکی کیساتھ نہ تھا۔

(۶) چھٹواں قرینہ جس سے اسراء یا معراج نبوی کے مثالی اور کشفی ہونمیں کچھ شبہ نہیں رہتا۔ وہ ایک اور واقعہ ہے جو احادیث معراج میں مذکور ہے۔ اور جسکو مولوی ابراہیم صاحب نے سلم الوصول کے صفحہ ۱۴-۱۵ میں نقل کیا ہے۔ اقتباس اس کا حسب ذیل ہے۔

"روایت ابو ہریرہ سے کہا فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے البتہ تحقیق دیکھا میں نے اپنے تئیں حجر میں یعنی حطیم میں کھڑے ہوئے اس حال میں کہ جماعت قریش پوچھتی تھی مجھ سے احوال جانے مرے کا شب معراج میں طرف بیت المقدس کے پس پوچھیں مجھ سے چیزیں اور نشانیاں بیت المقدس کی کہ یاد نہیں رکھتا تھا میں انکو یعنی وقت پوچھنے کے بسبب مشغول ہونے کے امر اہم میں پس غمگین کیا گیا میں غمگین کیا جانا ہرگز نہیں غمگین کیا گیا میں مانند اس کے پس بلند کیا بیت المقدس کو اللہ تعالے نے میرے لیے اس حالیکہ دیکھتا تھا میں اسکو یعنی بلند اور نزدیک کیا اسکو اور اٹھایا پردہ درمیان سے تا دیکھوں اسکو اور بتلاؤں لوگوں کو جو پوچھیں۔ فرماتے ہیں یہ

نہیں پوچھتے تھے قریش مجھ سے کچھ چیز مگر کہ خبر دیتا تھا میں انکو اس حالت مستحضرہ میں"

ناظرین! یہ حدیث مسئلہ معراج کی قفل کشائی کے لیے چابی کا حکم رکھتی ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہے کہ اسرار نبوی جس طرح دوسری مرتبہ ہوا اسی طرح پہلے بھی ہوا تھا۔ آپ اس سیر کے لیے بجسدہ العنصری کہیں تشریف نہیں لیگئے بلکہ اپنے مقام پر قایم رہکر کشفی طور پر عجائبات عالم کی سیر فرماتے رہے پس احادیث معراج کے ان قراین و شواہد سے معراج کے مثالی و کشفی ہونیمیں کچھ شک باقی نہیں رہتا۔

دوسری دلیل جو مولوی ابراہیم صاحب نے اپنے دعوی کی تائید میں پیش کی ہے اسکا انحصار لفظ اسرار کے معنی پر ہی مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ فعل اسراء متعلق جوارح کے ہے نہ ارواح کے ہم انکے اس عذر کو صحیح تسلیم کرکے یہ عرض کرتے ہیں کہ پھر بھی انکا یہ عذر احمدیوں کے مقابلہ میں کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم احمدی اسرار اور معراج کو صرف روحی قرار نہیں دیتے بلکہ روح اور ایک مثالی و نورانی جسم کیساتھ قرار دیتے ہیں پس ظاہر ہے کہ فعل اسری کا متعلق جوارح ہونا احمدیوں کو کیا مضر ہو سکتا ہے۔ اگر مولوی صاحب یہ فرمائیں کہ اس جسم خاکی کے جوارح اور اعضا کے سوائے ہم کسی مثالی و نورانی جسم کے جوارح اور اعضاء کا وجود تسلیم نہیں کرتے تو انکا یہ انکار سراسر ناواقفیت یا غلط بیانی پر مبنی ہوگا کیونکہ محققین اسلام نے تسلیم کرلیا ہے کہ بعض ارواح انسانی کو یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ ایک ہی وقت جسم خاکی کیساتھ تعلق رکھنے کے علاوہ ایک مثالی جسم کیساتھ بھی تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب نکات الحق میں لکھتے ہیں۔

"تعلق روح اگر دو ایسے بدنوں کیساتھ ہو جن میں سے ہر ایک جداگانہ عالم میں ہو محال نہیں ہے۔ درویش جو مختلف بدنوں میں نظر آتے ہیں (مثلاً انکو لاہور میں بھی لوگوں نے دیکھا۔ اور دہلی میں بھی) انکے بارے میں کیا کہو گے (دیکھو ایک روح دو جسموں میں نظر آئی) .... قیامت کے اٹھنے اور منتشر ہونے کے بہت سے احتمال ہیں ایک تو اسی عالم مثال کا وجود (اس عالم کے علاوہ ایک اور عالم ہے جس میں اس عالم کی ہر چیز کا نمونہ وہاں موجود ہے۔ اوسے عالم مثال کہتے ہیں) اور اس میں جسموں کا وجود اگر اللہ پاک اسی کیساتھ ظاہر کردے اور ان جسموں کو اپنی زبردست قدرت سے وجود حسی کا رنگ بخشے تو کیا

جیز تاتخ ہی یا عالم ظاہر (یعنی یہی عالم) میں اور جسم پیدا کردے۔ اور جدا کی ہوئی روحوں کو جو کہ باقی ہیں ان سے متعلق کردے۔ انسان کی حقیقت بھی روح مجرّد ہے۔ اور بدن اس کا لباس ہے۔ اور جو ثواب اور عذاب بدن پر ہوتا ہے۔ اگر روح وہی ہے۔ جو پہلے اور جسم میں تھی۔ تو یہ عذاب و ثواب کسی دوسرے آدمی پر نہیں ہوا۔ امام غزالی کا مسلک اس مسئلہ میں ایسا ہی ہے۔ ہاتھ ایک ہے۔ اگر آستین دوسری ہوئی۔ تو کیا حرج ہے۔ خبر مخبر صادق کی تو یہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ دوبارہ آدمیوں کو پیدا کریگا۔ اور ان کے اعمال کی جزا دیگا۔ وہ دو گھر جو پیدا کیے ہیں۔ آباد کریگا۔ (یعنی بہشت اور دوزخ) لیکن یہ بات کہ وہی بدن جو نا پیدا ہو گیا ہے اور خاک کے انہیں اجزا کو جو متفرق ہو گئے ہیں۔ جمع کریگا۔ اور اس کے اور بدن بنا دیگا۔ صاف طور سے نصوص میں نہیں (یعنی قرآن و حدیث میں) لطائف الحق ترجمہ نکات الحق مطبوعہ افضل المطابع دہلی صفحہ ۳۷۔

اس عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ اس عالم شہادت کے علاوہ ایک عالم مثال بھی ہے اور بعض ارواح طیبہ ایک ہی وقت اجسام عنصری کے علاوہ اجسام مثالی سے بھی تعلق رکھتی ہیں۔ اور یہ امر محتاج بیان نہیں۔ کہ اجسام مثالیہ اعضاء و جوارح سے خالی نہیں ہوتے۔ بلکہ جسم مثالی انہیں کے مجموعہ کا نام ہے کیونکہ وہ اجسام عنصری کا نمونہ ہوتے ہیں۔ ہاں یہ بات سچ ہے کہ اجسام مثالی بہ نسبت اجسام عنصری کے نہایت لطیف ہوتے ہیں۔ اسلیے کہ عالم مثال عالم شہادت سے بہت زیادہ لطیف اور عالم ارواح و ملائکہ سے بہت زیادہ مشابہ ہے چنانچہ عالم مثال کا حال آسانی و بخوبی سمجھ میں آنے کیلیے کتاب اربعین مصنفہ میر صفدر حسین صاحب مہتمم تعمیرات سرکار نظام مطبوعہ حیدر آباد دکن کی کسیقدر عبارت ذیل میں درج کیجاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

"عالم مثال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جس کے ادراک میں قوت متخیلہ شرط ہے اور اصطلاح قوم میں اسکو مثال متصل کہتے ہیں۔ یہ عالم خواب و خیال ہے۔ کیونکہ اسکا ظہور و نمود خواب و تخیل کیساتھ متعلق ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کے ادراک میں قوت متخیلہ کی شرط نہیں۔ اسکا نام مثال منفصل ہے یہ عالم نہایت وسیع ہے۔ اسی عالم میں جبریل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام پر وحی لاتے تھے اور آپ

پر ظاہر ہوتے تھے۔ اور خضر و انبیاء وغیرہم جسد مثالی لیکر اسی عالم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ امیر المومنین عمر رضہ کا مدینہ منورہ میں خطبہ پڑھتے ہوئے نواح شام میں حضرت ساریہ پر ظاہر ہو کر یا ساریہ الجبل کہنا اور حضرت ساریہ کے ہمراہی صحابہ کا ایک پہاڑی کی طرف سے ایک مرد کی آواز سننا اسی عالم کا ایک نمونہ ہے۔ اسی عالم میں حضرت عزرائیل علیہ السلام آن واحد میں لاکھوں مومنوں اور کافروں کو بوقت موت مشہود ہوتے ہیں۔ اور بعد موت کے روح اسی عالم میں متجسد ہوتی ہے اور اسی عالم میں منکر نکیر کا سوال واقع ہوتا ہے۔ اسی عالم میں عذاب و سوال قبر کا ہوتا ہے۔ اسی عالم میں اعمال صور مثالیہ لیتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے مقبول بندوں پر اسی عالم میں نظر آتے ہیں۔ یہ بات نہیں کہ آپ کا جسد مطہر جو مدینہ منورہ میں مدفون ہے۔ وہ قبر میں سے نکل کر اور اس میں پھر روح داخل ہو کر آپ اولیاء اللہ کو اپنے دیدار سے مشرف فرماتے ہوں۔

غرض عالم مثال کے عجائبات اور اجسام مثالیہ کیساتھ کشفی سیر و اسراء کے حیرت انگیز حالات اکابر علمائے اسلام و محققین صوفیہ کرام کی تصنیفات میں بکثرت پائے جاتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی سوانحمری میں جو حال میں دہلی سے شائع ہوئی ہے۔ اسکی بہت سی نادر مثالیں موجود ہیں۔

جب یہ بات ثابت و متحقق ہو گئی کہ بعض ارواح طیبہ ایک ہی وقت جسم خاکی کے ساتھ جو مثالی اور نورانی ہوتا ہے۔ اور جو لطافت کے اعتبار سے روح کا حکم رکھتا ہے۔ تعلق رکھتے ہیں۔ اور جسم مثالی جوارح اور اعضا کے اعتبار سے جسم خاکی کا نمونہ ہوتا ہے۔ تو فعل اسریٰ کو عنصری خاکی جسم کیساتھ محصور و مقید کر دینا ایک فاش غلطی ہے۔ اسلیئے مولوی ابراہیم صاحب کا یہ خیال کہ لفظ اسریٰ سے معراج نبوی کا عنصری و خاکی جسم کیساتھ ہونا ثابت ہو گیا غلط در غلط ہے۔

تیسری دلیل جو مولوی ابراہیم صاحب کی مایہ ناز دلیل ہے یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسریٰ بعبدہٖ فرمایا اور چونکہ عبد سے مراد روح مع جسم ہوا کرتا ہے نہ مجرد روح اسلیئے ثابت ہو گیا۔ کہ معراج نبوی روح اور جسم خاکی دونوں کیساتھ تھا۔

مولوی صاحب کی اس دلیل کو پڑھکر مجھے انکے فہم شریف پر بیساختہ ہنسی آتی ہی۔ اور میں اسبات کے ظاہر کرنیمیں ذرا بھی تامل نہیں کرتا۔ کہ میرے نزدیک مولویصاحب ایسے لوگ اگر سلسلہ عالیہ کی مخالفت کریں تو ایک حد تک معذور ہیں۔ ناظرین! ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ احمدی اصحاب معراج نبوی کو صرف روحی واقعہ نہیں مانتے۔ بلکہ روح اور مثالی و نورانی جسم دونوں کیساتھ مانتے ہیں۔ پس اہل عقل کے نزدیک احمدیوں کے مقابلہ میں مولوی صاحب کی یہ دلیل ہرگز قطعی دلیل نہیں ہوسکتی۔ ہاں اگر خدانخواستہ مولویصاحب یہ ثابت کردیتے۔ کہ عبد کا لفظ روح اور جسم خاکی کے مجموعہ پر ہی بولا جاتا ہے۔ اور روح و جسم مثالی کے مجموعہ پر نہیں بولا جاتا۔ نہ مجرد روح پر بولا جاتا ہی۔ بلکہ روح اور جسم مثالی کے مجموعہ اور مجرد روح پر اسکا اطلاق قواعد و محاورات لسان عرب کے مطابق غلط ہی۔ تو ان کی یہ دلیل بیشک ایک نہایت زبردست پر زور بلکہ قطعی ہوتی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ خود مولوی صاحب نے بھی اپنے رسالہ نزول الملائکہ میں اپنی اس دلیل کو اپنے قلم مبارک سے ہی ایسا توڑ کر دکھلایا ہے۔ کہ ہمیں اس کی کمزوری کے متعلق اور زیادہ تشریح کی کچھ ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ مولوی ابراہیم صاحب نے اپنے رسالہ نزول الملائکہ (جو سلم الوصول کیساتھ ہی شائع ہوا ہے) کے صفحہ ۱۶-۲۱ میں ایک طول حدیث مشکوٰۃ شریف جان کندن اور حساب قبر کے متعلق نقل کی ہی۔ اور دوسرے کالم میں بالمقابل خود اسکا ترجمہ بھی لکھا ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ مولوی صاحب کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہی "جس وقت کوئی مومن دنیا سے علاقہ توڑکر آخرت میں جانے کو ہوتا ہے۔ تو اسکی طرف فرشتے اترتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے . . . اور کہتا ہی کہ اے پاک جان چل اللہ تعالیٰ کی بخششیں اور خوشنودی کی طرف پس وہ پاک جان ایسی سہولت سے نکلتی ہی جسطرح پانی کی مشک سے قطرہ پس ملک الموت اس جان کو قبض کرلیتا ہے۔ اور اس سے وہ دوسرے فرشتے جھٹ ایک لمحہ میں لے لیتے ہیں . . . پس وہ اسکو لے چڑھتے ہیں۔ اور فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ سب کہتے ہیں کہ کیا ہی یہ پاک روح ؟ وہ فرشتے جواب دیتے ہیں۔ کہ فلاں[ل] بن فلاں

[ل] حدیث کے الفاظ یہ ہیں فیقولون فلان بن فلان مگر مولوی صاحب نے ایک مطلب کو مدنظر رکھکر اسکا ترجمہ یہ لکھتے ہیں فلان بن فلان کی روح منہ

کی روح ہے۔ اور اسکو نیک لقبوں سے یاد کرتے ہیں جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا۔ اسی طرح سوال وجواب ہوتا جاتا ہے۔ . . . حتٰی کہ اسکو ساتویں آسمان تک لے پہنچتے ہیں۔ اور جناب الٰہی میں پیش کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کا اعمالنامہ علیین میں ثابت رکھو۔ اور اس کی روح کو زمین کی طرف جہاں اس کا بدن مدفون ہے واپس لیجاؤ۔"

آخری نقرہ کے متعلق الفاظ حدیث نبوی جو خود مولوی صاحب نے نقل کیئے ہیں۔ یہ ہیں۔

(فیقول اللہ اکتبوا کتاب عبدی فی اعلیٰ علیین واعیدوہٗ الے الارض)

اب ظاہر ہے۔ کہ خود مولوی صاحب کی تحریر کے مطابق اور اس حدیث نبوی کی شہادت کے موافق خداوند علیم وحکیم نے عبد کا لفظ مجرد روح یا روح ومثالی جسم پر بولا ہے۔ روح اور جسم خاکی کے مجموعہ پر نہیں بولا۔ کیونکہ فرشتے مومن کی وفات کے بعد صرف اس کی روح کو آسمان پر لیجاتے ہیں۔ اور اس روح کی نسبت بارگاہ خداوندی سے یہ حکم صادر ہوتا ہے۔

"اکتبوا کتاب عبدی فی اعلیٰ علیین واعیدوہ الی الارض"

بس اس حدیث کے پڑھ لینے کے بعد مولوی ابراہیم صاحب کی اس دلیل کے باطل اور غلط ہونے میں جو انہوں نے سلم الوصول میں عبد کی نسبت تحریر فرمائی ہے کچھ شک باقی نہیں رہا۔ کیونکہ مولوی صاحب کی دلیل کے بطلان پر ایک طرف تو خدا اور رسول کی شہادت اور دوسری طرف خود مولوی صاحب کی عبارت بھی موجود ہے۔ ایسی صورت میں امید ہے کہ مولوی ابراہیم صاحب کچھ انصاف وحیا سے کام لیکر خدا ورسول سے زیادہ عربی دانی کے مدعی نہ بنینگے۔ اور اپنی علمی شیخیت اور سخن پروری کی عادت کو چھوڑ دینگے۔ لیکن اگر وہ اب بھی اپنے اس دعوے سے کہ عبد سے مراد روح مع جسم ہوا کرتا ہے نہ مجرد روح ہمیشہ کے لیئے دست بردار نہ ہونگے اور اہلحدیث وغیرہ اخبارات میں باز دعوٰی شائع نہ کرادینگے۔ تو میں انہیں چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ یہ بات ثابت کردیں کہ حدیث "اکتبوا کتاب عبدی" متذکرہ بالا میں عبد کا لفظ روح اور جسم خاکی کے مجموعہ پر بولا گیا ہے اگر مولوی صاحب ایسا ثبوت پیش کردیں۔ تو میں پختہ وعدہ کرتا ہوں کہ مبلغ سو روپیہ نقد مولویصاحب

1911

موصوف کی خدمت میں بطور حق المحنت پیش کرونگا۔ بصورت دیگر مولوی صاحب کی علمی فضیلت اور انکے رسالہ سلم الوصول کی اصل حقیقت پبلک پر روز روشن کی طرح ظاہر ہوجائیگی (باقی آیندہ انشاء اللہ)

(سید صادق حسین مختار عدالت اٹاوہ)

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو

پنڈت دیانند صاحب نے جو اعتراضات آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر کیئے ہیں۔ انکے جواب میں ہی چکا ہوں ہاں ایک اعتراض کو جو گوشت خوری کے متعلق ہی میں نے عمداً ترک کردیا ہے۔ کیونکہ جس جگہ گوشت خوری کا مسئلہ بیان ہوگا۔ وہیں اس اعتراض کو حل کیا جائیگا۔ سردست اس سے اگلی آیت پر جو اعتراض کیا گیا ہی اسکو لیتا ہوں۔

پنڈت صاحب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا ترجمہ کرتے ہوئے اس پر دو اعتراض کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر خدا رب العالمین ہی تو کفار اور حیوانات کے قتل کا کیوں حکم دیتا ہی۔ اور دوسرا یہ کہ اگر رحمٰن ہی تو پھر کیا گنہگاروں کو بھی معاف کردیگا۔ اور اگر معاف کردیگا۔ تو پھر کفار کی نسبت ہلاکت کا فتویٰ کیوں دیا۔ دراصل ان دونوں اعتراضوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ کہ جب اسلام نے خدا کو رب العالمین قرار دیا ہی۔ اور رحمٰن اس کی صفت بیان کرتا ہی تو پھر کفار و مومن کیساتھ ایک سلوک کیوں نہیں۔ اور بعض موقعوں پر انسان و حیوان کی ہلاکت کا حکم کیوں دیا گیا ہی۔

جواب اوّل۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی کل دنیا کا رب ہے۔ اور کوئی نہیں چنانچہ انسان اسکی خدمت میں عرض کرتا ہی۔ کہ سب تعریف تیرے لیئے ہے۔ جو کل دنیا کا رب ہے یعنی تیری سوا کوئی رب نہیں اور یہ ایک ایسا بدیہی واقعہ ہی جس کا کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ چھوٹے سے چھوٹے جانور سے لیکر بڑے سے بڑے کرۂ ارض کو دیکھ لو۔ وہ اپنا خود رب نہیں ہی۔ بلکہ غیر جنس پر اس کے وجود کا دارومدار ہے۔ پس جیسے ایک چیونٹی بلکہ خوردبینی ذرہ کا خدا رب ہے۔ اسی طرح زمین اور سورج

اور ستاروں کے وجود اپنے اندر کامل نہیں۔ بلکہ بیرونی مدد کے بغیر ایک دم بھی قائم نہیں رہ سکتے۔ اور ہر ایک چیز شہادت دے رہی ہے۔ کہ خدا ہی سب کا رب ہے۔ اور وہی رب ہے۔ پس اس صورت میں اس آیت کے یہ معنی نہ ہونگے۔ کہ بُرے بھلے نیک و بد تمام کی اللہ تعالیٰ ربوبیت کرتا ہے۔ بلکہ یہ معنی ہونگے۔ کہ جس کی ربوبیت ہوتی ہے۔ خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور جس کی وہ ربوبیّت نہیں کرتا۔ اس کی ربوبیّت کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اور اس بات سے کسی عقلمند کو انکار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ کل مذاہب کا متفقہ مسئلہ ہے۔ اور اس پر اعتبار نہ کرنا نادانی سے خالی نہیں۔ خدا کا مد مقابل اگر کوئی ہو۔ تو وہ اس کے مقابلہ میں کسی کی ربوبیّت کرے۔ جب وہ ایک ہے تو وہی رب العالمین ہے۔ ایک درخت اُس وقت تک پھل دیتا ہے جب تک خدا اس کی ربوبیت کرتا ہے۔ جب وہ ربوبیّت بند ہو جاتی ہے۔ وہ سوکھ جاتا ہے۔ ایک انسان چلتا پھرتا ہے۔ جب تک خدا کی ربوبیّت اس کے ساتھ رہتی ہے جب وہ روک دی جاتی ہے۔ تو وہی انسان جو اشرف المخلوقات ہونے کا فخر رکھتا تھا۔ اور عناصر تک پر حکومت کرتا تھا۔ اور زمین تو زمین اجرام فلکی کی بھی کھال کھینچی چاہتا تھا۔ جسم بیجان ہو جاتا ہے اور آگ کے شعلہ یا زمین کے کیڑے یا پارسی ہو تو گدھیں اسکو کھا جاتی ہے۔ پس خدا کے سوا کون ہے۔ جو کسی کی ربوبیت کرتا ہو۔ اس آیت میں اسبات کا دعویٰ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر و مومن کی ربوبیّت ضرور کرتا ہے۔ بلکہ یہ دعویٰ ہے وہی سب کا رب ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ جب وہ کسی کی ربوبیّت ترک کردے تو اور کوئی اٹھکر اسکی ربوبیّت کا عہد کرے جیسا کہ ہم انسانوں میں روز دیکھتے ہیں کہ ایک نوکر کو ایک آقا موقوف کرتا ہے۔ اور وہ دوسرا رکھ لیتا ہے گویا یہ ظلّی طور کی ربوبیّت جو ایک سے وابستہ تھی۔ دوسرے سے وابستہ ہو جاتی ہے لیکن خدا کیساتھ ایسا معاملہ نہیں ہے جب وہ کسی کی ربوبیت ترک کردے۔ تو سوائے ہلاکت کے اور کوئی مخرج نہیں اور وہ انسان یا چیز پھر ایکدم کے لیے بھی قایم نہیں رہ سکتی جس سے ثابت ہوا۔ کہ خدا ہی رب العالمین ہے۔ اور کوئی نہیں۔

جواب دوم۔ دوسرے معنی اس آیت کے یہی ہیں کہ خدا ہر ایک ذرہ ذرہ کا رب ہے خواہ آسمان پر ہے یا زمین پر پانی میں ہو یا خشکی پر یا ہوا میں نیک ہو یا بد کافر ہو یا مومن کوئی چیز اس کی ربوبیت سے باہر نہیں چنانچہ

ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سورج جو مومنوں پر چڑھتا ہی وہی کافروں پر بادل جب برستے ہیں جس طرح انکے پانی سے مومن فائدہ اٹھاتے ہیں کافر بھی ویسے نفعے حاصل کرتے ہیں جیسے خدا کی بنائی ہوئی ہوا میں مومن سانس لیتے ہیں کافر بھی لیتے ہیں اور جس طرح مومن اسکی زمین پر چلتے ہیں کافر بھی چلتے ہیں۔ اور اس صورت میں دونوں میں ہم کوئی تفاوت نہیں پاتے۔ ہاں بعض اشیا سے بعض لوگ زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں دوسرے کم لیکن ربوبیت دونوں کی ہو رہی ہی کیا پنڈت صاحب کے خیال میں کافروں کے لئے ہوا کسی اور نے بنائی ہی یا وید کے نہ ماننے والوں کو روٹی کوئی اور دیتا ہی۔ پھر شک کی کونسی بات ہی جیسے مومن اسکے رزق پر جیتے ہیں کافر بھی اسکے دیئے ہوئے کھانے پر زندگی گزارتے ہیں اس مشاہدہ کا انکار کون کر سکتا ہی باقی رہا یہ کہ پھر کافروں کے مارنیکا کیوں حکم ہی سو قرآن شریف میں کافر کو کافر ہونیکی وجہ سے مارنے کا کوئی حکم نہیں ہاں جہاد کی شرائط ہیں جو اپنے وقت پر لکھی جاوینگی لیکن اتنا لکھدینا یہاں ضروری ہی کہ باوجود اجازت قتل کے پھر بھی خدا کی ربوبیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کئی صفات ہیں۔ چنانچہ اسی سورۃ میں چار صفات کا ذکر کیا گیا ہی وہ رب العالمین بھی ہی رحمٰن بھی ہی رحیم بھی ہی اور پھر مالک یوم الدین بھی ہی یعنی شریر کو سزا دیتا اور نیک کو اعلیٰ سے اعلیٰ بدیوں سے متمتع کرتا ہے۔ پس جب کہ دنیا میں چاروں طرف ربوبیت عامہ کی صفت اپنا کام کر رہی ہے۔ تو مالک یوم الدین کی صفت کیوں معطل رہے جیسے کافر و مومن کیلئے اللہ تعالیٰ رزق مہیا کر رہا ہے۔ اسی طرح چاہیئے کہ شریر سزا بھی پائیں سزا کیوجہ سے کوئی ربوبیت سے باہر تو نہیں نکلجاتا۔ مثلاً ایک چور کو چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے۔ تو کیا وہ صفت ربوبیت سے الگ ہو جاتا ہی گو مالک یوم الدین کی صفت نے اسکا ہاتھ کٹوایا ہے لیکن ربوبیت کی صفت اس کیلئے اعلیٰ سے اعلیٰ ہوا عمدہ سے عمدہ پانی لطیف سے لطیف غذائیں خوبصورت سے خوبصورت لباس تیار کر رہی ہی۔ پھر شریر کو اسکی شرارت پر سزا دینے کیوجہ سے رب العالمین کی صفت پر اعتراض کرنا نادانی نہیں تو اور کیا ہی ایک شریر آدمی جو قتل کیا جاتا ہی باوجود اسکے قتل ہو جانیکے خدائی ربوبیت سے الگ نہیں ہو جاتا اسکا جسم ایک طرف خدا کی ربوبیت کے ماتحت رہتا ہے اور روح دوسری طرف اسکی ربوبیت کے ماتحت رہتی ہی۔ سخت سے سخت سزا پاتے ہوئے بھی کوئی

مجرم ربوبیت الٰہی سے منقطع نہیں کیا جاتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ پنڈت صاحب کی نظر میں کسی مجرم کو سزا دینا ربوبیت عالمین کے خلاف نظر آیا۔ ہم تو روزانہ مشاہدہ میں یہ دونوں کام یکجا ہوتے دیکھتے ہیں ایک چور کا ہاتھ بھی کاٹا جا رہا ہوتا ہے۔ پھر خدا کی بنائی ہوئی ہوا سے وہ سانس بھی لے رہا ہوتا ہے ہاں اس نکتہ کے سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان رب العالمین کی صفت کیساتھ صفات شدید العقاب اور منتقم کو بھی زیر نظر رکھے۔

تیسرا جواب۔ اس اعتراض کا یہ ہے۔ کہ خود صفت رب العالمین کے ماتحت شریر کو سزا دینا بھی آجاتا ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے تو دنیا کی بہتری کے لیئے ہر قسم کے سامان مہیا کرنا اپنی شفقت اور رحمت سے اس نے اپنے ذمہ کیا ہوا ہے۔ تو یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان اشیاء کو جو ترقیات عالم یا ربوبیت عالم کے راستہ میں رکاوٹ کے طور پر آتی ہیں۔ دور کرے۔ جس طرح ایک باغبان جو ہر قسم کے درخت لگاتا ہے۔ پھر ان کی ربوبیت کرتا ہے۔ اور ان شاخوں کو جو ایک یا ایک سے زیادہ درختوں کے لیئے مضر ہوں تراش دیتا ہے۔ کبھی اس بات کا ملزم نہیں قرار دیا جاتا۔ کہ تو تو ایک حصہ باغ کی رعایت کرتا ہے۔ اور دوسرے کو نقصان پہونچاتا ہے۔ بلکہ ہر ایک دانا اور ذی عقل انسان اُسے کل باغ کا محافظ اور سب درختوں کا رب جانتا ہے اسی طرح اگر ان انسانوں یا اشیاء کو جو اپنے گند اور خبث کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں روحوں کے لئے تکلیف یا گمراہی کا باعث ہو جاتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ باغ عالم سے اکھاڑ کر پھینک دے تو اس پر کب یہ الزام آسکتا ہے۔ کہ وہ کسی کا طرفدار ہے۔ اور رب العالمین نہیں۔ رب العالمین کی صفت ہی چاہتی ہے کہ اس نقصان دہ مادہ کو کاٹ کر الگ کر دیا جائے۔ ایک ڈاکٹر ایک انسان کی ٹانگ کاٹ دیتا ہے۔ یا بازو قطع کر دیتا ہے یا آنکھ نکال دیتا ہے لیکن مریض یہی کہتا ہے۔ کہ آپنے مجھ پر بہت احسان کیا یہ نہیں کہتا۔ کہ آپنے میرے اتنے حصہ پر احسان کیا۔ وہ اُس سارے انسان کا محسن کہلاتا ہے۔ نہ کہ اُس کے ساتھ استثنا شامل کیئے جاتے ہیں۔ کہ اس کا ہاتھ یا ٹانگ نکال کر پھر باقی کا وہ محسن ہے گورنمنٹ شریروں کو سزا دیتی ہے لیکن نہیں کہا جاتا۔ کہ وہ سارے ملک کی محسن نہیں بلکہ ایک حصہ کی ہے۔

اور کبھی نہیں ہوا۔ کہ اگر کوئی شخص کہے کہ برٹش گورنمنٹ نے ہندوستان پر احسان کیا ہو تو کوئی آریہ کھڑا ہوا ہو۔ اور بڑے زور سے اسکی تردید کی ہو۔ کہ نہیں صرف ایک حصہ ہند کی محسن ہی۔ پس اگر اللہ تعالیٰ باوجود رب العالمین ہونیکے شریر کو سزا دیتا ہی تو یہ خود صفت رب العالمین کا مقتضی ہی۔ اسکے خلاف نہیں اور اس میں کسی خاص قوم کی رعایت نہیں مسلمان مسیحی یہودی ہندو آریہ سکھ بدھ جینی پارسی یا برہمو کوئی ہو جو دنیا کے لیئے مضر ہو۔ اور لوگوں کی ربوبیت جسمانی اور روحانی میں روکاوٹیں حایل کرتا ہو اللہ تعالیٰ اُسے اس دنیا سے جدا کرکے دوسرے جہان میں بھیجدیتا ہی۔ اور یہ بات رب العالمین ہونے کے قطعاً خلاف نہیں۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ کوئی انسان نہیں جس سے ربوبیت کو قطع کیا جاتا ہو۔ بلکہ شریر قاتل یا فتنہ پرداز مفسد کو اگر قتل یا پھانسی کی سزا دی جاتی ہی۔ تو صرف اس دنیا میں اس سے صفت ربوبیت الگ ہوتی ہو۔ اگلے جہان میں تو پھر بھی وہ ربوبیت اس کیساتھ رہتی ہے۔ کیا اگر کوئی امرتسر کا شخص لاہور چلا جاوے۔ تو کہا جاتا ہی۔ کہ اسکی ربوبیت اب بند ہوگئی ہے۔ پھر اگر اس دنیا کے لیئے مضر جان کر ایک شخص کو ایسی دنیا میں بھیجدیا جاتا ہی۔ جہاں اسکی شرارت کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی بلکہ ریفارمیٹری سکول کی طرح وہ خود بھی وہاں پاک ہوجاتا ہی تو اس تبدیلی سے صفت ربوبیت کے انقطاع کا پتہ کیونکر چلا پہلے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کی ربوبیت کرتا تھا۔ بعد میں اگلے جہان میں ربوبیت تبدیل ہوگئی۔

پانچواں جواب مسلمانوں یا آریوں کے عقاید کو الگ رکھتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ آیا واقعہ میں دنیا میں خدا کی طرف سے کافر مومن کی ربوبیت ہورہی ہے یا نہیں؟ اگر ہو رہی ہی اور باوجود اسکے شریر کو سزا مل رہی ہے تو اس واقعہ و مشاہدہ پر اعتراض کرنا کیسا فضول امر ہے اور اگر کوئی اعتراض پڑتا ہے تو اس کے جواب دہ جیسے مسلمان ہیں ویسے ہی آریہ بھی ہیں۔ کیونکہ گو مختلف اعتقادات کے لحاظ سے دونوں مذاہب پر مختلف اعتراضات ہونگے لیکن جو اعتراض کہ واقعہ یا مشاہدہ کی بنا پر خدا یا پرمیشور پر ہو اس کے جواب دہ دونوں ہیں کیونکہ یہ بھی اسکا فاعل خدا کو مانتے ہیں۔ اور وہ بھی

پس جب باوجود کافرومومن کی ربوبیت کے دنیا میں بدکار کو سزا مل رہی ہے۔ اور مشاہدہ اس پر شاہد ہے۔ تو اعتراض صرف اسلام پر نہیں بلکہ کل مذاہب پر پڑتا ہے۔

چھٹا جواب۔ پنڈت صاحب اسلام پر اعتراض کرنیکے لئے تو تیار ہوگئے لیکن دروغگو را حافظہ نباشد کی مثال پر عمل کرتے ہوئے آپکو یہ یاد نہ رہا۔ کہ آپ ستیارتھ پرکاش کے ساتویں باب میں کیا لکھ آئے ہیں صفحہ ۲۳۰ پر آپ لکھتے ہیں کہ "ایشور دنیا کا پیدا اور پرورش کنندہ ہے" اس کی تائید میں رگوید منڈل دس سوکت ۴۸-۱ کا حوالہ پیش کرتے ہیں کہ ایشور کہتا ہے کہ "میں کل جگت کے لیئے راحت دینے والی قسم قسم کی خوراکوں کی تقسیم بغرض پرورش کرتا ہوں" اسی طرح صفحہ ۲۲۹ پر لکھتے ہیں کہ "وہی تمام دنیا کا پیدا کرنیوالا قائم رکھنے والا فنا کرنیوالا اور منصف حاکم ہے" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف پنڈت صاحب اللہ تعالیٰ کو رب العالمین قرار دیتے ہیں۔ بلکہ وید میں بھی یہی مذکور ہے لیکن ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۳ پر پنڈت صاحب یجروید ۱۹-۹ کا حوالہ دیتے ہیں۔ کہ انسان کو یہ دعا سکھلائی گئی ہے کہ اے پرمیشور "آپ بُرے کاموں اور بُرے کام کرنیوالے لوگوں پر غضبناک ہیں مجھکو بھی ویسا ہی کردیجئے" پھر رگوید انو کا ۶ سوکت ۶ منتر ۵ میں ہے "اے اندر اس گدھے کو جو ہمارا مخالف ہے اور ایسی کریہ آواز سے تیری تعریف کرتا ہے غارت کر اور تو اے لاانتہا دولت والے اندر ہمیں ہزاروں عمدہ گھوڑے اور گوویں دیکر نہال کر" پھر اسی کے منتر سات میں ہے۔ "ہر ایک کو جو ہمیں گالی دیتا ہے۔ غارت کر ہر ایک کو جو ہمیں نقصان پہنچاتا ہے قتل کر۔ اے بیحد دولت والے اندر ہمیں ہزاروں عمدہ گھوڑے اور گئو دیں دے" پھر رگوید ساتواں ادھیائے انو کا ۱۵ سوکت ۸ منتر اول میں لکھا ہے "اس کی جو ہما سے خوش ہوتا ہے بھوگ لگا کر پوجا کرو جس نے رجوان کیساتھ کرشنا کی حاملہ استریوں کو قتل کیا۔ ہم رکھشا کے خواہشمند اسکو جو نعمتوں کا دینے والا ہے اور جس کے ہمراہ مارت ہیں۔ اور جو بجر کو اپنے ہاتھ میں دھارن کرتا ہے۔ بلاتے ہیں۔ تاکہ وہ ہمارا مددگار رہو"

یہ تو ستیارتھ پرکاش اور ویدوں سے میں پہلے ثابت کر آیا ہوں کہ خدا رب العالمین ہے اب

ان منتروں سے معلوم ہوگیا۔ کہ بے قصور جانور کا مارنا۔ حاملہ عورتوں کا قتل پھر گالی دینے والیکا ہلاک کرنا (کافر کا) یہ سب کام وید میں پرم ایشور کی طرف منسوب کیے گئے ہیں پھر باوجود اپنے گھر میں سب کچھ موجود ہونیکے اسلام پر اعتراض کرنیکی کیا ضرورت پیش آئی۔

اقبالی ڈگری آخر میں ہم پنڈت دیانند صاحب کا ایک اپنا اقبال درج کرتے ہیں جس سے سب معاملہ صاف ہوجاتا ہے۔ پنڈت صاحب ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ "اگر قصوروار کو سزا نہ دی جائے تو رحم صفحہ ہستی سے مٹ جائیگا۔ کیونکہ ایک مجرم ڈاکو کو چھوڑ دینا گویا ہزاروں دھرم آتما لوگوں کو دُکھ دینا ہے جب ایک کے چھوڑنے سے ہزاروں آدمیوں کو دُکھ پہنچتا ہے۔ تو وہ رحم کس طرح ہوسکتا ہے۔ رحم یہی ہے کہ اُس ڈاکو کو قیدخانہ میں رکھکر پاپ کرنیسے بچایا جائے اس قسم کا عملدرآمد اسپر رحم ہے۔ اور اسکو مار ڈالنے سے دوسرے ہزاروں لوگوں پر رحم ظاہر ہوگا۔" اس عبارت میں پنڈت صاحب نے خود قبول کیا ہے کہ شریر کو سزا دینا بھی رحم ہے اور باوجود اس کے خدا رحیم رہتا ہے پھر اگر اسلام نے ایسے انسان کا قتل جائز قرار دیا ہے۔ کہ جو فتنہ کرتا ہے۔ اور شرارت سے باز نہیں آتا۔ اور لوگوں کے مذہب میں خواہ مخواہ دخل انداز ہوتا ہے۔ تو اس فعل سے خدا کے رحیم ہونے پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔

اگرچہ وید سے ہم نے دکھا دیا ہے۔ کہ باوجود رب العالمین ہونے کے گدھے کے غارت کرنیکی دعا سکھلائی گئی ہے لیکن پھر بھی جانوروں کے ذبح کرنیکے متعلق ہم گوشت خوری کے موقعہ پر بحث کرینگے۔

(مرزا محمود احمد ایڈیٹر)

جنّت کی کفالت

اس شخص کے لیے جو بات کہے تو جھوٹ نہ بولے۔

(۲) وعدہ کرے تو خلاف نہ کرے۔

(۳) امانت میں خیانت نہ کرے۔

(۴) بد نگاہ نہ کرے (۵) ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ دے۔

(۶) شرمگاہ کی حفاظت رکھے۔

تثلیث کا ردّ

ایک شخص سوال کرتا ہے کہ سورۃ نور رکوع ۵ میں جو یہ آیت ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۔

اس سے تثلیث کا ثبوت ملتا ہے۔ خدا لکھنے کی مثال لیمپ کی ہے (نہ مخلوق نہ مولود) اور چمنی کی موٹائی کو اللہ کی روشنی کا نام بیٹا ہے۔ اور چمنی کے باہر کے نور کا نام روح القدس (صادر)

میری خیال میں بڑا ہی احمق یا شریر ہے وہ شخص جو تثلیث کا ثبوت قرآن مجید سے دیتا ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیات محکمات سے یہ مضمون روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ تثلیث کا رد کرتا ہے۔ اور قائلین تثلیث کو صریح الفاظ میں کافر ٹھہراتا ہے۔

چنانچہ مندرجہ ذیل آیت کا صرف ترجمہ کر دینا ہی اس امر کے ثبوت کیلئے کافی ہے۔

(۱) اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃٌ اِنْتَھُوْا خَیْرًا لَّکُمْ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَہٗٓ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیَسْتَکْبِرْ فَسَیَحْشُرُھُمْ اِلَیْہِ جَمِیْعًا سورۃ النساء پارہ ۶ ۔ رکوع ۲۲ و ۲۳)

ترجمہ۔ اے اہلِ کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح مریم کا بیٹا اور محمد صرف اللہ کا رسول ہے۔ اور اس کا ایک کلام ہے۔ جو مریم کی طرف القا کیا۔ اور اسی کی طرف سے

ایک روح ہو (یعنی پیدائش مخلوق نہیں) پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور تین نہ کہو۔ اس سے باز آؤ۔ یہی تمہارے لیئے بہتر ہے۔ اللہ تو ایک ہی معبود ہے۔ پاک ہے اس سے کہ اس کا بیٹا ہو اور اس کا ثبوت یہ ہی کہ اسی کے لیئے ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین ہی۔ اور اللہ کارساز کافی ہی۔ مسیح کو اللہ کا بندہ بننے سے انکار نہیں وہ تو ایک بشر تھا۔ مقرب ملائکہ کو بھی اس سے انکار نہیں۔

پھر فرماتا ہی۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَھُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ (پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۱۰)

(ترجمہ) البتہ ضرور کافر ہوئے وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے۔ حالانکہ مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو۔ جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے۔ اور بات یہ ہے کہ جو اللہ کے ساتھ شریک بنائے۔ اسپر اللہ نے جنت حرام کر دی۔ اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو چکا۔ اور ایسے مشرکوں کیلیئے کوئی ناصر نہیں۔ کافر ہوئے وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔ اور کوئی معبود نہیں سوا اس یگانہ ذات مستحق کے اور اگر اپنے کہنے سے باز نہ آئیں گے۔ تو انکو جو کفر کرتے ہیں۔ درد دینے والا عذاب بھیجیگا۔ کیونکہ اللہ سے توبہ نہیں کرتے۔ اور اس سے استغفار نہیں کرتے۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مسیح مریم کا بیٹا ایک رسول ہی اور اس سے پہلے کے تمام رسول مر چکے۔ اور اسکی ماں صدیقہ تھی۔ دونوں کھانا کھاتے تھے (ان تینوں باتوں سے عقلی برہان قائم کی ہی۔ کہ عورت کے پیٹ سے پیدا ہونیوالا انسان ہی ہوگا۔ اور کھانا جو تمام حوائج بشری کا

اصل الاصول ہے جب اس کا وہ محتاج تھا. تو گویا بشریت سے خالی نہیں ہو سکتا، دیکھو ہم کیسے کھول کھول کر دلائل بیان کرتے ہیں. پھر دیکھو یہ کہاں بہکے جا رہے ہیں۔

ان نصوص بینّہ کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی کہے۔ کہ قرآن مجید تثلیث کا قائل ہے تو اس سے بڑھکر مفسد کوئی نہیں ہو سکتا. جو شخص قرآن مجید کو پیش کرتا ہے۔ اول اسے قرآن مجید پر ایمان لانا اور رسول اللہ صلعم کی رسالت کا قائل ہونا چاہیئے. تب کوئی اور بات کرے۔ پھر لطف یہ ہے۔ کہ نہ صرف قرآن مجید بلکہ بائبل کے مطالعہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ انبیاء اور بالخصوص مسیح ابن مریم کی یہی تعلیم تھی۔ کہ خدا ایک ہے۔ بعد میں اگر یونانی اثرات سے متاثر ہو کر یوسیوں نے ایک کے تین خدا بنا لئے ہوں۔ تو ہم اس کے ذمّہ وار نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ وہ حوالے یہ ہیں۔

اکرنتیوں ب ۸/۴-۶ اور سوا ایک کے اور کوئی خدا نہیں۔ اگرچہ زمین و آسمان میں بہت سے الٰہ کہلاتے ہیں چنانچہ بہتیرے الٰہ اور بہتیرے خداوند ہیں لیکن ہمارے نزدیک تو ایک ہی اللہ ہے متی ب ۱۹/۱۶۔ ایک شخص نے پاس آکر اس سے کہا۔ اے استاد میں کونسی نیکی کروں تاکہ ہمیشگی زندگی پاؤں۔ اس نے کہا۔ کہ تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے **نیک تو ایک ہی ہے** (یعنی خدا)

ایوب ب ۱۵/۱۴-۱۶ انسان کون ہے کہ خود پاک ہو سکے۔ اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیا ہے کہ صادق ٹھہرے۔ استثنا ب ۳۲/۳۹۔ اب دیکھو کہ میں ہاں میں ہی ہوں۔ اور کوئی معبود میرے ساتھ نہیں استثنا ب ۶/۴ سن لے اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے۔ تو اپنے سارے دل اور اپنے سارے زور سے خداوند اپنے خدا کو دوست رکھ۔ اور یہ باتیں جو آج کے دن میں تجھے فرماتا ہوں تیرے دل میں رہیں۔ حضرت مسیح سے جب پوچھا گیا۔ کہ سب سے بڑا حکم کون ہے۔ تو انھوں نے بھی یہی کہا۔ کہ تو اپنے خداوند خدا کی جو اکیلا ہے۔ سارے دل اور سارے جی اور ساری جان سے عبادت کر۔

پھر ایک ہی عقلی دلیل تثلیث کے بطلان کے لیئے کافی ہو۔ جو یہ ہے کہ باپ[۱]۔ بیٹا[۲]۔ روح القدس[۳]۔ جو یہ تین نام الگ الگ ہیں۔ تو آخر کسی مابہ الامتیاز کی وجہ سے ہیں۔ یہ مابہ الامتیاز یا بوجہ نقص ہو۔ یا بوجہ کمال۔ پس جس ذات میں یہ نقص ہوگا۔ وہ الوہیت کے مرتبہ سے گرجائیگی کیونکہ الوہیت کے قابل تو وہ ذات پاک ہو جو مستجمع ۔جمیع صفات کاملہ اور تمام نقصوں سی مبرّا اور تمام عیوب سے منزہ ہے۔

اس قدر تمہید کے بعد میں اس آیت مسئولہ کے معنی وہ نقل کرتا ہوں۔ جو حضرت اقدس ؑ نے لکھے ہیں۔ اس کے پڑھنے سے تمام اعتراضات حل ہوجائینگے۔ انشاء اللہ

اِس نور کی مثال (فرد کامل میں جو پیغمبر ہے) **یہ ہے جیسے ایک طاق** (یعنی سینہ مشروح حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم) **اور طاق میں ایک چراغ** (یعنی وحی اللہ) **اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں جو نہایت مصفّیٰ ہے** (یعنی نہایت اور پاک مقدس دل میں جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دِل ہے۔ جو کہ اپنی اصل فطرت میں شیشہ سفید اور صافی کی طرح ہر ایک طور کی کثافت اور کدورت سے منزّہ اور مطہر ہے۔ اور تعلقات ماسوی اللہ سے بکلی پاک ہے) **اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا ان ستاروں میں سی ایک عظیم النور ستارہ ہے۔ جو کہ آسمان پر بڑی آب وتاب کیساتھ چمکتے ہوئے نکلتے ہیں جنکو کوکبِ دُرّی کہتے ہیں** (یعنی حضرت خاتم الانبیاء کا دِل ایسا صاف ہے کہ کوکب دُرّی کی طرح نہایت منوّر اور درخشندہ جس کی اندرونی روشنی اس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے۔) **وہ چراغ زیتون کے شجرۂ مبارکہ سے** (یعنی زیتون کے روغن سے) **روشن کیا گیا ہے** ۔ (شجرۂ طیبہ مبارکہ زیتون سے مراد وجودِ مبارک محمدی ہے۔ کہ جو بوجہ نہایت جامعیت وکمال انواع واقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے جسکا فیض کسی جہت ومکان وزمان سی مخصوص نہیں۔ بلکہ تمام لوگوں کے لیئے عام علیٰ سبیل الدوام ہے اور ہمیشہ جاری ہی کبھی منقطع نہیں ہوگا) **اور شجرہ مبارکہ نہ شرقی ہے۔ نہ غربی** (یعنی

طینت پاک محمدی میں نہ افراط ہے۔ نہ تفریط۔ بلکہ نہایت توسط و اعتدال پر واقع ہے۔ اور احسن تقویم پر مخلوق ہے۔ اور یہ جو فرمایا۔ کہ اس شجرۂ مبارکہ کے روغن سے چراغ وحی روشن کیا گیا ہے۔ سو روغن سے مراد عقل لطیف نورانی محمدی مع جمیع اخلاق فاضلہ فطرتیہ ہے۔ جو اس عقل کامل کے چشمہ صافی سے پرورده ہیں۔ اور وحی کا چراغ لطایف محمدیہ سے روشن ہونا ان معنوں کر کے ہے کہ ان لطایف قابلہ پر وحی کا فیضان ہوا۔ اور ظہور وحی کا موجب وہی ٹھہرے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے۔ کہ فیضان وحی ان لطایف محمدیہ کے مطابق ہوا۔ اور انہی اعتدالات کے مناسب حال ظہور میں آیا۔ کہ جو طینت محمدیہ میں موجود تھے۔

اور تیل ایسا صاف اور لطیف کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ

(یعنی عقل اور جمیع اخلاق فاضلہ اس نبی معصوم کے ایسے کمال موزونیت و لطافت و نورانیت پر واقعہ کہ الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے) **نور علیٰ نور نور فایض ہوا نور پر** (یعنی جب کہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی نور جمع تھے۔ سو ان نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الہٰی ہے۔ وارد ہو گیا۔ اور اس نور کے وارد ہونیسے وجود باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔ پس اس میں یہ اشارہ فرمایا۔ کہ نور وحی کے نازل ہونیکا یہی فلسفہ ہے۔ کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے۔ تاریکی پر وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ فیضان کے لئے مناسبت شرط ہے۔ اور تاریکی کو نور سے کچھ مناسبت نہیں۔ بلکہ نور کو نور سے مناسبت ہے۔ اور حکیم مطلق بغیر رعایت مناسبت کوئی کام نہیں کرتا۔ ایسا ہی فیضان نور میں بھی اس کا یہی قانون ہے کہ جس کے پاس کچھ نور ہے۔ اسی کو اور نور بھی دیا جاتا ہے۔ اور جس کے پاس کچھ نہیں۔ اسکو کچھ نہیں دیا جاتا۔ جو شخص آنکھوں کا نور رکھتا ہے۔ وہی آفتاب کا نور پاتا ہے۔ اور جس کے پاس آنکھوں کا نور نہیں وہ آفتاب کے نور سے بھی بے بہرہ رہتا ہے۔ اور جس کو فطرتی نور کم ملا ہے اسکو دوسرا نور بھی کم ہی ملتا ہے۔ اور جس کو فطرتی نور زیادہ ملا ہے۔ اسکو دوسرا نور بھی زیادہ ہی ملتا ہے۔ اور انبیاء منجملہ سلسلہ متفاوتہ فطرت انسانی کے وہ افراد عالیہ ہیں جنکو اس کثرت اور کمال سے

نورِ باطنی عطا ہُوا ہے۔ کہ گویا وہ نورِ مجسّم ہو گئے ہیں۔ اِسی جہت سے قرآن شریف میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام نور اور سراج منیر رکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین الجزو نمبر ۶ وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً الجزو نمبر ۲۲۔ یہی حکمت ہے کہ نورِ وحی جس کیلئے نورِ فطرتی کا کامل اور عظیم الشان ہونا شرط ہے۔ صرف انبیاء کو ملا۔ اور انہیں سے مخصوص ہُوا۔

پس اس مثال میں خدا تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السّلام کے دِل کو شیشۂ مصفّٰی سے تشبیہ دی جس میں کسی نوع کی کدورت نہیں۔ یہ نورِ قلب ہے۔ پھر آنحضرت کے فہم و ادراک و عقل سلیم اور جمیع اخلاق فاضلہ جبلّی وفطرتی کو ایک لطیف تیل سے تشبیہ دی جس میں بہت سی چمک ہے۔ اور جو ذریعہ روشنی چراغ ہے۔ یہ نورِ عقل ہے۔ کیونکہ منبع ومنشاء جمیع لطائف اندرونی کا قوتِ عقلیہ ہے پھر ان تمام نوروں پر ایک نورِ آسمانی کا جو وحی ہے۔ نازل ہونا بیان فرمایا۔ یہ نورِ وحی ہے۔ اور انوارِ ثلاثہ مِل کر لوگوں کی ہدایت کا موجب ٹھہرے۔ یہی حقانی اصول ہے۔ جو وحی کے بارہ میں قدّوس قدیم کی طرف سے قانونِ قدیم ہے۔ اور اسکی ذات پاک کے مناسب۔

اپنی اپنی گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو

مومن۔ فکر و عبرت میں مشغول رہتا ہے منافق حرص و امل میں مومن سوائے خدا کے کسی سے توقع نہیں رکھتا منافق بجز اللہ تعالیٰ کے سب سے متوقع رہتا ہے مومن سوائے خدا کے سب سے مامون ہے منافق سوا خدا کے سب سے خائف مومن مال دیتا ہے دین نہیں دیتا۔ منافق دین دیدیتا ہے مال نہیں دیتا مومن حسنات کرکے روتا ہے منافق گناہ کرکے ہنستا ہے مومن کھیتی کرتا ہے اور اس کے بگاڑسے ڈرتا ہے۔ منافق بیج کبھی کرتا ہے اور خرمن کی توقع رکھتا ہے۔ (مذاق العارفین)

حلم

قیس بن عاصم گھر میں بیٹھے تھے۔ ایک لونڈی کباب کا سیخچہ لائی جو اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر انکے صغیر سن لڑکے پر پڑا۔ اور وہ مرگیا۔ لونڈی کانپی مگر آپ نے کہا کچھ خوف نہ کر میں نے تجھے آزاد کیا +

چند سوالوں کے جواب

سوال اوّل۔ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ سے واضح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے پیرو ہمیشہ منکرین پر غالب رہینگے۔ سو اب تو عیسائی قومیں ہی اصل پرستار معلوم ہوتی ہیں کیونکہ وہ مسلمانوں پر بھی حاکم ہیں۔

جواب۔ حضرت عیسیٰؑ کے پیرو دو قسم ہیں۔ ایک حقیقی۔ دوم ادعائی۔ اللہ تعالیٰ نے حقیقی پیرودں کو جو صرف مسلمان ہیں۔ ہر رنگ میں اس کے منکرین پر غلبہ دیا ہے جب مذہبی مقابلے تلوار کے ذریعے ہوتے تھے۔ تو اسوقت سلطنت مسلمانوں کو بخشی۔ اور تمام منکرین عیسیٰ پر ان کو غلبہ عطا کیا۔ پھر اس زمانہ میں جب کہ دلائل و براہین سے مقابلہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو حجت نیرہ و برہان قاطعہ دی گئی۔ اور وہ امام موعود کے ذریعے مظفر و منصور غالب و فائق ہوئے چنانچہ اس نے اعلان کردیا

ع آزمائش کے لیئے کوئی نہ آیا ہرچند ٭ ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

یہ تو ہوا حقیقی متبعین کا حال۔ اب خدا تعالیٰ نے ہر پہلو سے اتمام حجت کرنیکے واسطے ادعائی متبعین کو بھی ظاہری غلبہ بخشدیا۔ جیسا کہ وہ ظاہری طور سے حضرت عیسیٰ کے فدائی بنتے ہیں۔

الغرض آپ یہ خوب غور کرکے دیکھ لیں کہ منکرین نبوت حضرت عیسیٰ حقیقی یا ادعائی متبعین حضرت عیسیٰ کے ماتحت ہیں اور انشاءاللہ ماتحت چلے جائیں گے۔

سوال دوم۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ مومنوں کے لیئے غلبہ کا وعدہ ہے۔ پھر اس وقت مسلمان لوگ ان کے تابع ہیں۔ اور اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ میں نیکوں کے لیئے وراثت کا وعدہ ہے۔

جواب۔ آپ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ کی شرط کو ملاحظہ فرمادیں جب مسلمان سچے مومن بنینگے وہی اعلیٰ ہونگے

نیز یہ آیت تو مقابلہ کیوقت کی ہے۔ پھر اس کے پہلے وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا نہ سست ہو نہ حزن کرو ہے۔ پس جب مسلمان کاہلی و سستی چھوڑ دینگے۔ تو ضرور وہی اعلیٰ ہونگے۔ اور کسی کے ماتحت ہو جانا اس آیت کے خلاف نہیں بلکہ ضرور تھا۔ کہ ایسا ہو کیونکہ اس کے آگے فرماتا ہے۔ اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُہٗ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ ط (اگر تمہیں کوئی چشم زخم پہنچتا ہے۔ تو اوروں کو بھی اسکی مانند چشم زخم پہنچتا رہا ہے۔ اور یہ دن ہم لوگوں میں باری باری لاتے رہتے ہیں) اور ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصّٰلحون ط (تمام کتب الٰہیہ میں اور ذکر کے بعد یہ بھی لکھا ہے۔ کہ سرزمین جنت کے وارث صالح بندے ہیں) میں ارض سے مراد جنت ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا (۱) تلک الجنۃ التی نورث من عبادنا من کان تقیا اور فرمایا۔

پھر وہ وعدہ کی سرزمین یعنی ملک شام۔ جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے۔ ابتک خدا کے فضل سے مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔ آپ الصالحون کا لفظ دھوکے میں نہ ڈالے کہ یہ دوسری قوموں کے مقابل میں استعمال فرمایا۔ دوم ہر ایک قوم سے جو وعدے ہوتے ہیں وہ اپنے وقت پر پورے ہوتے ہیں۔ حضرت نبی کریم اور آپ کے صحابہ سے جو وعدے تھے حضرت مسیح اور انکی جماعت سے جو وعدے تھے وہ سب کے سب ایک مدت مقررہ کے بعد پورے ہوئے۔ بس آپ احمدی اور غیر احمدی کا سوال نہ لے بیٹھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے معترضین کا منہ بند کرنے کے لئے اسوقت کے جلد باز لوگوں کو اس آیت سے ڈانٹا تھا۔ انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا۔ افھم الغالبون ط ہم کفر کی سرزمین چاروں طرف سے دبائے چلے آتے ہیں امیر و غریب اس جماعت میں شامل ہو رہے ہیں۔ تو بس کیا یہ مخالفین غالب رہینگے؟ اور غلبہ ہر نبی کو زمانہ کے حالات کے مطابق دیا جاتا ہے۔ اس زمانہ کے رسول کی نسبت ان الفاظ میں پیشگوئی ہے۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ط یعنی یہ رسول تمام ادیان پر اسلام کو غالب ثابت کریگا۔ مگر سیف و سنان سے نہیں۔ بلکہ حجت و برہان سے چنانچہ اسی

ہدایت ودین الحق کے ہتھیاروں سے بھیجا جائیگا۔ وکفٰی باللہ شہیداً اور اللہ تعالیٰ اس کی صداقت پر کافی گواہ ہے۔ یعنی اسکی صداقت کا اظہار آسمانی نشانوں سے ہوگا۔ ارضی اسباب کی ضرورت نہیں یہی وجہ ہے کہ مسیح کی آمد ثانی کے متعلق نزول کا لفظ آیا ہے۔ یہ باتیں جواب کو واضح کرنے اور آیندہ خدشات کو دور کرنیکے لیے لکھی گئیں۔

سوال سوم۔ قرآن کریم میں آیا ہے۔ کہ انسان کی خلقت میں تبدیلی نہ کرو۔ ا۔ ختنہ کیوں کرایا جاتا ہے۔ اور عورتوں کو ناک کان میں چھید منع ہے۔

جواب۔ تعجب ہے۔ کہ معترض نے یہ کیوں نہ پوچھا کہ ناخن کیوں کاٹے جاتے ہیں۔ مرد اپنے سر کے بال عورتوں کی طرح کیوں بڑھنے نہیں دیتے۔ غلہ گندم جو پیدا ہوتا ہے۔ اسے روٹی پکانیکے لیئے پیسا کیوں جاتا ہے۔ کہ یہ بھی خلقت میں تبدیلی ہے۔ پھر آدمی بچے سے جوان سے بوڑھے کیوں ہوتے ہیں۔ بلکہ مرتے کیوں ہیں کیونکہ یہ بھی تبدیل لخلق اللہ ہے۔ اگر کہو کہ خدا کے حکم سے ایسا ہوتا ہے۔ تو پھر ختنہ کرنا بھی خدا کا حکم ہے۔ جس آیت سے آپکو دھوکا لگا ہے۔ وہ لا تبدیل لخلق اللہ ہے۔ اور وہ ساری آیت یوں ہے۔ فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے آدمیوں کو ایک فطرت پر پیدا کیا۔ پس اللہ کی خلقت میں تبدیلی نہیں چاہیے ہر بچہ ایک فرمانبردار فطرت لیکر پیدا ہوتا ہے۔ پھر جب ہوش آتا ہے۔ تو ماں باپ و دیگر اقارب واحباب کے اثر سے افراط و تفریط کی راہ اختیار کرتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ دین قیم یہی ہے انسان اپنے مولیٰ کا فرمانبردار ہو۔ اور اس کے حضور اس بچہ کی مانند ہو۔ جو اپنے والدین کی زیر تربیت ہوتا ہے۔

پھر لا تبدیل لخلق اللہ میں ردّ ہے تناسخ کا۔ اور ردّ ہے ڈارون کی تھیوری کا کیونکہ فرماتا ہے۔ انقلاب ماہیت نہیں ہو سکتا۔ کوئی مرد کبھی عورت نہیں بنیگا۔ نہ کوئی عورت مرد بنے گی۔ نہ کوئی انسان کتّا یا سوٴر بنتا ہے اور نہ کوئی بندر انسان بن سکتا ہے۔ ختنہ یا ناک کان میں چھید اصلاح و زینت کے لیئے ہے۔ نہ کہ تبدیل خلق کے لیئے۔ جب ہم دانے کو مٹی میں دبا دیتے ہیں۔ تو کہ وہ دانہ بہت سے دانے پیدا کرے۔ اور وہ درخت کسی بہتر مصرف میں آئے۔ ختنہ اسلیئے

کیا جاتا ہے کہ تو الد تناسل کے ذریعے میں جو روک میل وغیرہ جم جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ نہ رہے پھر یہ ایک اشارہ ہے اسباب کی طرف کہ اس قوت کا خرچ غیر محل پر نہ ہوگا۔ پس یہ تبدیل خلق اللہ نہیں

سوال چہارم۔ انجیل میں لعزر کا قصہ۔ نیز قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کے لیئے احیار موتیٰ کا ذکر ہے۔ تو پھر ان معجزات سے تاویل کر کے روحانی مردہ کیوں مراد لیا جائے۔

جواب ہم انجیلی قصوں کے معتقد نہیں۔ ہمارے لیئے لا تصدقوا کا حکم ہے۔ پھر ان سب کے لیئے مصدق (سچے کو سچا اور باطل کو باطل قرار دینے والا) ہمارے پاس قرآن مجید ہے۔ اس میں احیار موتیٰ کا مسئلہ خوب حل کیا گیا ہے۔ خود ہمارے نبی کریم صلعم کے لیئے یہی لفظ آیا ہے۔

اذا دعاکم لما یحییکم (جب تمہیں زندہ کرنیکے لیئے بلائے) اور کسی معتبر مسلمان کا عقیدہ نہیں کہ رسول اللہ صلعم نے کسی مردے کو زندہ کیا۔ اور زندہ کیونکر فرماتے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنی سنت بیان کرتا ہے۔ فیمسك التی قضیٰ علیها الموت (جس پر موت کا فتویٰ لگچکا ہے اسکی روح کو روک لیتا ہے (۲) ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون (قیامت تک ان کے آگے ایک پردہ ہے) اور (۳) انهم لا یرجعون (یہ کبھی رجوع الی الدنیا نہ کرینگے) پھر یہ صفت احیار بطور اپنے خاصہ کے ارشاد کی۔ اور خاصة الشئ یوجد فیه و لا یوجد فی غیرہ (خاصہ وہی ہے جو اس کے غیر میں نہ پایا جائے) چنانچہ حضرت ابراہیم ایک منکر کے مقابل میں فرماتے ہیں۔ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (میرا رب ہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) (ب) انه هو یحیی الموتیٰ۔ وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ (ج) ان الذی احیاها لمحیی الموتیٰ (دوبارہ مردوں کو وہی زندہ کریگا۔ جس نے انکو پہلے زندہ کیا) (د) انا نحن نحیی و نمیت (ہم ہی جلاتے ہم ہی مارتے ہیں) (س) الله الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم هل من شرکائکم من یفعل من ذلکم من شئ سبحانه و تعالیٰ عما یشرکون (اللہ ہی نے پیدا کیا تمہیں پھر رزق دیا پھر تمہیں موت دیگا۔ پھر زندہ کریگا تمہارے شرکاء میں سے کون ہے جو یہ کر سکے۔ پاک ہے اس سے جو شریک بناتے ہیں۔ یعنی یہ چاروں وصف صرف ذات الٰہی سے مخصوص ہیں۔ ایسا ہی ائتوا بآبائنا ان کنتم صادقین قل الله یمیتکم ثم یحییکم ثم یجمعکم الی یوم القیامة (ہمارے آباء و

اجداد کو زندہ کردو۔ اگر تم سچے ہو کہ یہ اللہ تمہیں مارتا ہے پھر وہی زندہ کریگا)

پس احیاء سے مراد یا تو روحانی مردوں کا زندہ کرنا یا ایسے قریب المرگ بیماروں کا چنگا کرنا جن پر بنظر بحالات ظاہری موت کا فتویٰ لگ چکا ہے۔ اسلام میں احیاء موتٰی کے یہی معنی سمجھے گئے ہیں تخرج الموتٰی سے آپکو دھوکہ نہ لگے کیونکہ یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذٰلک یوم الخروج انا نحن نحی ونمیت سے واضح ہے۔ کہ یوم الخروج من القبور قیامت ہے۔

سوال پنجم۔ حضرت اقدسؑ نے کشتی نوح میں لکھا ہے۔ کہ اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا۔ مگر قرآن کریم فرماتا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم ؕ

جواب۔ اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود دیا ہے۔ کہ تکمیل دو طور پہ ہے۔ ایک بلحاظ ہدایت دوم بلحاظ اشاعت۔ سو دین تو کامل ہو چکا۔ اور اس میں کوئی مسئلہ شرعی اب بڑھایا گھٹایا نہیں جا سکتا۔ مگر اس دین کی اشاعت اور اظہار علی الادیان کا کام باقی ہے جو الی یوم القیامۃ پیروان دین محمدی کے ذریعے ہوتا رہیگا۔ چنانچہ اسی لئے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق میں مسیح موعود و بروز محمدؐ کی پیشگوئی فرمائی۔ اور اسی لئے ہر صدی کے سر پر مجدد دین کی بعثت کی اطلاع دیگئی۔ اگر اکملت لکم دینکم کے یہ معنی تھے۔ جو آپ سمجھے تو پھر مجدد دین کی بعثت کی کیا ضرورت تھی۔ اور عمارت کی تکمیل کئی وجہ سے ہے۔ ایک بلحاظ کم ایک بلحاظ کیف۔ بلحاظ کم اگر کوئی گنجائش نہیں تو باعتبار کیف ضرور ضرورت رہیگی۔ والسلام۔ (اکمل)

ریا کرنیوالے کے تین نشانات ہیں جن سے وہ پہچانا جا سکتا ہے۔ جب تنہا ہو تو سست جب مجمع میں ہو تو خوش کوئی تعریف کرے تو عمل زیادہ کرے مذمت کرے تو کم

۲۔ اے انسان تو چھلنی کی مانند نہ بن کہ اچھا آٹا نیچے گراتی ہے اور بھوسی اندر رہ جاتی ہے یعنی تیرا یہ حال نہ ہو کہ منہ سے حکمت کی باتیں نکلتی ہوں اور سینہ میں کدورت بھری ہے۔

میاں ثناء اللہ صاحب کے ایک اعتراض کا جواب

ایک ناصح مہربان اپنی جماعت کو اخلاق و تقویٰ کے اعلیٰ مدارج پر پہنچانے کے لیے بعض اوقات ملامت کرتا ہے۔ اور اس ملامت میں ایسے الفاظ کہتا ہے جس سے غیرت پیدا ہو کر دینی امور میں السابقون بالخیرات بننے کیلئے ایک خاص جوش پیدا ہوتا ہے۔ ان لفظوں کو کوئی بطور سند کے لیکر کسی جماعت کے اخلاق پر حملہ کرے۔ تو یہ اس کی نادانی ہے اس نکتہ معرفت کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ثناء اللہ اکثر اشتہار تحفہ شہادۃ القرآن کی بعض عبارتیں پیش کر کے کہا کرتا ہے۔ کہ جماعت احمدی نے کوئی خاص ترقی اخلاق و فرمانبرداری میں نہیں کی۔ حالانکہ یہ ابتدائی وقت تھا جبکہ ابھی یہ جماعت بن رہی تھی۔ اور کفر و شرک و بدعات سے نکل کر توحید و ایمان و سنت نبوی کی طرف آ رہی تھی۔ اور حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء چاہتے تھے۔ کہ وہ ہر ایک خلق میں اعلیٰ درجے پر ہو۔ اسلیئے چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی مواخذہ فرما کر انکو غیرت دلاتے رہے۔ اس سے یہ سمجھ لینا کہ تمام جماعت ہی ایسی ہے۔ نہ صرف نادانی ہے بلکہ شرارت ہے کیونکہ "بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر" حضور مغفور نے فرمایا ہے۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ بہت سے ایسے بھی ہیں جن میں یہ بات نہیں پھر میں اس اعتراض کے جواب میں حضرت اقدس علیہ السلام ہی کی عبارت ایک خط سے نقل کرتا ہوں۔ جو ڈاکٹر عبدالحکیم کے نام آپ نے ۱۹۰۶ء میں لکھا یہ گویا جماعت کو سرٹیفکیٹ دیا ہے۔

"تمام نبی وصیت کرتے آئے ہیں۔ جو مسیح موعود کے احکام کو دل سے قبول کر لو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی نصیحت کی ہے اور مسیح موعود کا نام حَکَم رکھا ہے۔ مگر آپ بات بات میں مخالفت اور مقابلہ سے پیش آتے ہیں۔ کیا یہی تصدیق ہے۔ پھر آپ کہتے ہیں۔ کہ صرف ایک حکیم مولوی نورالدین صاحب اس جماعت میں عملی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ دوسرے ایسے اور ایسے ہیں۔ میں نہیں جانتا۔ کہ آپ اس افترا کا کیا خدا تعالیٰ کو جواب دینگے میں حلفاً کہہ سکتا ہوں

کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں۔ کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں۔ اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں۔ اور باتیں سننے کے وقت اسقدر روتے ہیں۔ کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزارہا بیعت کنندوں میں اسقدر تبدیلی دیکھتا ہوں۔ کہ موسیٰ نبی کے پیروں سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے۔ ہزارہا درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں۔ اور ان کے چہروں پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں ہاں شاذونادر کے طور پر اگر کوئی اپنی فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو۔ تو وہ شاذونادر میں داخل ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے۔ یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزارہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج انکو کہا جائے۔ کہ اپنے تمام اموال سے دست بردار ہو جاؤ۔ تو وہ دست بردار ہو جانے کے لئے مستعد ہیں۔ پھر بھی میں ہمیشہ ان کو ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں۔ اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا۔ مگر دل میں خوش ہوں۔ (خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان)

ایفاءِ عہد

پچھلے دنوں رسالہ تشحیذ الاذہان میں میں نے چند مشکلات کا ذکر کیا تھا اور لکھا تھا۔ کہ خریداران رسالہ اگر ہماری مدد کریں تو بہت جلد یہ دقتیں دور ہوسکتی ہیں۔ اور رسالہ ایک خاص رنگ سے ترقی کرسکتا ہے۔ میری اس تحریک پر بعض دوستوں نے خاص طور سے جوش دکھلایا۔ اور تن دھن سے رسالہ کی ترقی میں کوشاں ہوئے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو خاص طور پر اپنے فضل کے سایہ کے نیچے لے اور انکے دیگر کاموں میں بھی برکت دے آمین یارب العالمین۔ لیکن پانچ یا دس آدمیوں کی کوشش سے وہ کام جو سینکڑوں کے کرنیکے ہوں کس طرح ہوسکتے ہیں پس برائے مہربانی دیگر خریداران رسالہ بھی اس طرف توجہ فرمائیں اور بہت جلد رسالہ تشحیذ کو موجودہ مشکلات سے نکالنے کی کوشش کریں۔ واللہ المستعان

اس موقعہ پر میں یہ بتادینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کی کوششوں کا انتظار نہ کرتے ہوئے اور اس یقین پر کہ جب رسالہ تشحیذ الاذہان محض رضاجوئی الٰہی اور خدمتِ اسلام کے لیئے جاری کیا گیا ہے تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک دلوں میں اسکی مدد کی تحریک کریگا۔ رسالہ کے سٹاف میں بھی اور دیگر اخراجات میں بھی اضافہ کیا گیا ہے اور امید ہے کہ عنقریب رسالہ اپنے وقت پر شایع ہونا شروع ہوگا۔ اور خدا نے چاہا تو پھر اس قسم کی دیر نہ ہوا کریگی جیسے کہ آجکل ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ میں اپنے مضمون "دونوں کا نفع" میں لکھ آیا ہوں۔ یہ سب دیر ایک نگران افسر کے نہ ہونیکی وجہ سے تھی لیکن ستمبر ۱۹۱۱ء سے قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کی خدمات اخبار بدر سے حاصل کی گئی ہیں اور قاضی صاحب اس ماہ سے تشحیذ کے دفتر میں تبدیل ہوکر آگئے ہیں اللہ تعالیٰ اس تبدیلی کو مبارک اور مفید کرے آمین اس انتظام کی وجہ سے میرا بہت سا وقت جو تشحیذ کے انتظام کے متعلق خرچ ہوجاتا تھا بچ جائیگا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ رسالہ کے مضامین کی طرف زیادہ توجہ دینے کا موقعہ ملیگا۔ چنانچہ آیندہ کے لیئے غور و مشورہ کے بعد رسالہ کے مضامین کے متعلق ایک تقسیم کیگئی ہے جو کہ امید ہے کہ ناظرین رسالہ کے لیئے بہت مفید و بابرکت

ہوگی۔ آیندہ ہر رسالہ میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ تین مضمون ضرور ہوا کرینگے۔ شروع رسالہ میں ایک لیڈ رہو گا۔ جس میں ناظرین رسالہ کو خاص خاص معاملات کی طرف توجہ دلائی جایا کریگی اور قومی ضروریات یا اہم مسایل اور تبلیغ اسلام کے ذرایع وغیرہ وغیرہ پر بحث کر کے احمدی جماعت کو توجہ دلائی جائیگی۔ کہ فلاں کام میں انکو کس طرح حصہ لینا چاہیئے فلاں مسئلہ میں ان کا کیا اعتقاد ہونا چاہیئے یا یہ کہ تبلیغ کے لیئے فلاں فلاں ذرایع اختیار کرنے چاہئیں امید ہی کہ ناظرین رسالہ سب سے اول اس مضمون کی طرف توجہ فرمائینگے جو کہ ہمیشہ شروع رسالہ میں ہوگا۔

علاوہ ازیں ایک اور سلسلہ جاری رکھنے کا ارادہ ہے اور وہ یہ کہ ہر رسالہ میں کسی نہ کسی مذہب کا حال تحریر کیا جائیگا کہ ان کے کیا اعتقاد ہیں۔ اور کیا طریق عبادت ہے۔ اس مذہب کی کیا خصوصیات ہیں۔ جس سے ناظرین رسالہ کو انشاء اللہ نہایت آسانی سے کل مذاہب کا حال معلوم ہوتا رہیگا۔ اور کسی قسم کے صاحب مذہب سے ملاقات ہوجائے انہیں انکے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کوئی تردّد نہ پیدا ہوگا۔ اور علاوہ زیادتی علم کے اسلام کی خوبی بھی ظاہر ہوگی۔ کہ ان مذاہب کے مقابل میں اسلام کیسا درخشندہ گوہر ہے۔

تیسری ایک مضمون ہر رسالہ میں انشاء اللہ ان اعتراضات کے جواب میں ہوگا۔ جو غیر مذاہب کی طرف سے اسلام پر کیئے جاتے ہیں جس کے لیئے سر دست ستیھارتھ پرکاش کو انتخاب کیا گیا ہے اللہ چاہی تو اپنے وقت پر یہ کام ختم ہو جائیگا۔ علاوہ ازیں اور بھی مضامین کی تقسیم کی گئی ہی لیکن اسکا بیان کرنا ضروری نہیں کیونکہ ضروری نہیں۔ کہ اس تقسیم کے ماتحت ہر رسالہ میں مضامین ہوں۔

غرضیکہ میں نے جو عہد کیا تہا۔ وہ شرط پوری ہونیسے پہلے اللہ تعالیٰ کے فضل سے پورا کرتا ہوں۔ رسالہ کے انتظام کے لیئے ایک تجربہ کار آدمی بھی مقرر کیا گیا ہے۔ اور مضامین کی درستی کی طرف بھی خاص توجہ کی گئی ہی اب ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہوتے ہیں اور خریداران رسالہ کا بوجھ ابھی پڑا ہے کیا اس کے اٹھانیکے لیئے کوئی اور قوم آئیگی۔ کیا اس بوجھ کو آریہ اٹھائیں گے۔ غیر احمدی اٹھائینگے۔ یا مسیحی اٹھائینگے آپ لوگوں نے ہی کوشش کرنی ہے اور آپکو ہی کرنی پڑیگی۔ اخراجات ہم نے بڑھادئے ہیں۔ ان کا پورا کرنا آپ کا کام ہی۔ اور ہم قطعًا ناامید نہیں ہیں کہ آپ اپنے فرض کے پورا کرنے سے پہلو تہی کرینگے۔

اگر آپ لوگ ایک ذرہ سی ہمت کریں۔ ابھی رسالہ کی خریداری ہزاروں کی تعداد تک پہونچ سکتی ہے۔ میں پھر بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ہم ایفاء عہد کر چکے اب خریداران رسالہ کا فرض ہے کہ جو طاقت رکھتے ہوں وہ بجائے عہ کے صہ یا تے رسالانہ قیمت دیا کریں۔ اور جو استطاعت نہیں رکھتے۔ کم سے کم تین خریدار اس سال کے دوران میں رسالہ کے لیے مہیا کر دیں ارادہ پختہ کرو۔ تو یہ بات کچھ مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہو۔

(مرزا محمود احمد)

اخلاقی جرأت

خلیفہ مہدی جب مکہ معظمہ میں آیا۔ تو طواف کرنے کے وقت لوگوں کو خانہ کعبہ کے پاس سے ہٹوا دیا۔ حضرت عبداللہ بن مرزوق جست کر کے پہنچے اور گریبان پکڑ کر کہا۔ تجھے اس گھر کا زیادہ مستحق کسنے بنا دیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سواء ن العاکف فیه و الباد۔ اس میں عکوف کرنیوالے اور باہر کے برابر ہیں۔ خلیفہ منہ تکتا رہ گیا۔

(۲) خلیفہ ہارون کی سواری نکلی۔ بہلول نے بآواز بلند پکارا۔ یا امیر المومنین۔ ہارون نے سر باہر نکالا۔ فرمایا سنو! میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو ناقہ پر سوار عرفات سے واپس آتے دیکھا نہ تو ہٹو بچو کی صدا تھی نہ زدو کوب۔ پس اس سفر میں تمہارا تواضع کرنا بہتر ہے۔

پھر ہارون نے کہا اگر تمہارے ذمے کچھ قرض ہو تو میں ادا کروں فرمایا علماء کوفہ میں بہت ہیں سب متفق ہیں کہ دین کا ادا کرنا دین سے درست نہیں۔

بہلول نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا۔ کہ ہم تم دونوں خدا تعالیٰ کے عیال ہیں۔ ناممکن ہے کہ وہ تمہیں تو یاد رکھے۔ اور مجھے بھول جائے۔

نکتہ رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله کی تفسیر میں آیا ہے۔ کہ ان لوگوں میں سے کوئی اذان سنتا۔ اسوقت ہتھوڑا چوٹ کے لئے یا برما بیدھنے کے لیے ہوتا تو ویسے ہی بدون چوٹ یا بیدھنے کے ہاتھ سے ڈال دیتا۔

اطلاع خط و کتابت کیوقت نمبر چٹ کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔ **مینیجر**

نکات قرآنیہ

مقتبسہ از درس علامہ نور الدین

قرآن میں عظمت الٰہی کا ذکر زیادہ ہے

احکام کے متعلق تو اڑہائی سو کے قریب آیات ہیں۔ مگر عظمت الٰہی کے بیان سے کوئی رکوع خالی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب انسان کے دل میں اللہ کی عظمت بیٹھ جائے۔ تو دولت و اسباب و دیگر سامان دنیا کی پرواہ جو احکام الٰہی کی بجا آوری میں مانع ہو سکتے ہیں۔ مطلق نہیں رہتی۔ اور خود بخود انسان اپنے مولیٰ کا فرمانبردار بن جاتا ہے۔

قرآن مجید کے مقابلہ میں انجیل

متی کی انجیل کا پہلا صفحہ اٹھا کر دیکھو۔ وہاں کیا لکھا ہے۔ "نسب نامہ یسوع مسیح داؤد اور ابراہیم کے بیٹے کا۔ ابراہام سے اسحاق پیدا ہوا۔ اور اسحاق سے یعقوب پیدا ہوا۔ تا متان سے یعقوب پیدا ہوا۔ اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ جو مریم کا شوہر تھا۔ جس کے پیٹ سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا۔"

حالانکہ یہ وہ کام ہے۔ جو ہمارے ملک میں تو میراسی کرتے ہیں۔ اس کے مقابل میں قرآن مجید شروع ہوتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے یہ وہ آیت ہے جس سے تمام مذاہب باطلہ کا رد ہوتا ہے۔ نہ یسوعیوں کا خداوند اقنوم ثالث رہ سکتا ہے۔ نہ رحم بلا مبادلہ کے بہانے سے کسی بےگناہ کو پھانسی چڑھانا پڑتا ہے۔ اور نہ آریوں کا مادہ و روح ازلی و ابدی بن سکتا ہے۔ اور نہ تناسخ والوں کی کوئی دلیل باقی رہتی ہے جس کا رد اس سے نہ ہو سکے۔ نہ سوفسطائیوں کو بولنے کی تاب ہے۔ اور نہ برہموؤں کو مسئلہ الہام میں تردد رہ سکتا ہے۔ اور نہ شیعہ صحابہ کرام پر اعتراض کر سکتے ہیں۔ نہ دہریہ کسی حجت نیرہ کی بنا پر خدا کی ہستی کے منکر رہ سکتے ہیں۔ یہ تو

ایک آیت کے متعلق ہے۔ اگر سات آیتیں پڑھی جاویں۔ تو پھر تمام مذاہب کی صداقتوں کا عطر مجموعہ اس میں ملتا ہے۔ اور دنیا کے آخر تک پیش آنیوالے دینی اہم واقعات کی خبر اس میں موجود ہے چنانچہ نصاریٰ کے اس غلبہ اور مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی بھی موجود ہے۔ ان تمام مفاسد عقائد فاسدہ کا ابطال ہے جو دنیا میں پیدا ہوئے یا ہو سکتے ہیں۔ اور ان اعمال صالحہ و عقاید صحیحہ کا تذکرہ ہے۔ جو انسان کی روحانی و جسمانی ترقیات کے لیے ضروری ہیں!

اسی طرح انجیل کا اخیر دیکھو۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ یسوع جو خداوند کہلاتا تھا۔ اپنے دشمنوں کے قبضے میں آ گیا۔ اور اس نے ایلی ایلی لما سبقتانی (یعنی اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) کہتے ہوئے اپنی جان دی۔ برخلاف اس کے قرآن مجید ختم ہوتا ہے۔ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِی یُوَسْوِسُ فِی صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

قرآن مجید پڑھنے والا۔ قرآن شریف کا متبع بڑے زور سے علی الاعلان دعویٰ کرتا ہے۔ میں اس خدا کی پناہ میں ہوں جو تمام انسانوں کو پیدا کرنیوالا اور پھر انہیں کمال تک پہونچانیوالا ہے۔ وہ سب کا حقیقی بادشاہ حقیقی معبود ہے۔ اللہ اکبر ایک معمولی تھانیدار یا صاحب ضلع بلکہ نمبردار اور پٹواری کی پناہ میں آکر کئی لوگ مطمئن ہو جاتے ہیں پس کیا مرتبہ ہے اس شخص کا جو تمام جہان کے رب اور بادشاہ اور سچے معبود کی پناہ میں آ جائے۔

صرف اس کتاب کا اول و آخر ہی اسلام اور عیسائیت میں فیصلہ کن ہے۔ اگر کوئی خدا ترس دل لیکر غور کرے۔

فرعون سے بھی بڑھ گئے فرعون کیسا بدکار انسان تھا۔ کیسا دلیر اور گستاخ کہ انا ربکم الاعلیٰ کہنے سے بھی نہیں ہچکچایا۔ اس کی تعلیم کا اثر ایسا بد ہوا کہ ابتک مصر کا بادشاہ خدیو کہلاتا ہے۔ بلکہ انہی کے بقایا غلط لیاقت ہندی لوگ ہیں۔ کہ ان میں سے بعض ارباب کہلاتے ہیں باوجود اس کفر اور الحاد ربوبیت کے اس کی منصف مزاجی کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ وہ حضرت موسیٰ جوان کے ملک میں پیغام الٰہی لیکر گئے۔ اور بظاہر کوئی حیثیت انسانی رکھتے تھے، سے حسب مباحثہ کرانا چاہتا ہے۔ تو کہتا ہے۔

فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَبَیْنَکَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُہٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَکَانًا سُوًی (اپنے اور ہمارے درمیان ایک وعدہ۔ وعدے کی جگہ وعدیکا وقت مقرر جس کا نہ ہم نہ تم خلاف کرو۔ اور وہ ایک مکان ہو جو سبکا مشترک اور سب کے لئے برابر ہے۔ یعنی عبادت گاہ فرعون کی نظر میں بھی مکانا سوئی تھی۔ مگر کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے۔ کہ نام کے مسلمانوں کی عبادت گاہیں جن کی شان میں آیا ہے۔ اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ۔ ان سے منع کرنیوالے کے لئے یہ وعید ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ (اس سے بڑھکر ظالم کون ہے۔ جو اللہ کی مسجدوں سے خدا کا ذکر کرنیسے روکے) احمدیوں کو روکا جاتا ہے۔ اور یہ رکاوٹ یہ بگاڑ یہ عداوت یہ بغض کیوں ہے۔ وَمَا نَقَمُوْا مِنْھُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ (ان سے کینہ نہیں رکھتے۔ مگر صرف اسلیے کہ وہ اس صاحب عزت اللہ پر جو تمام خوبیوں والا ہے ایمان لائے) اور جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ فَاٰمَنَّا (اے ہمارے رب ہم نے ایک خدا کی طرف عظیم الشان پکارنیوالے کی آواز سنی۔ اور ہم ایمان لائے۔

کاش! یہ لوگ پچھلے انبیاء اور ان کے مخالفین کے انجام جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ انکو چشم غیرت سے پڑھتے۔ اور یہ نہ کہتے۔

گری ہو جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو؟

کیا وہ لوگ جو بیت اللہ سے صحابہ کرام اور نبی کریم صلعم کو روکتے تھے۔ آخر خود ہی بڑی ذلت کے ساتھ وہاں سے نہیں نکالے گئے۔ اور انھوں نے اپنے لیئے یہ اٹل حکم نہ سن لیا۔ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِھِمْ ھٰذَا (وہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ پھٹکنے پائیں۔ حضرت مسیح کو حواری چند پہیرے اور مخصوص لئے تھے۔ مگر خدا نے مسیح کے متبعین کو وہ شان دی۔ کہ اس کے ادعائی متبعین کو بھی سارے جہان کی حکومت بخشدی ہم زبان سے کلمہ پڑھنے والوں کو سنا دیتے ہیں۔ کہ خدا کے وعید سے ڈریں۔ جو ان الفاظ میں ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَھُمْ

اَنْ یَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ۵ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۵ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۵

اللہ تعالیٰ فرماتا ہی۔ یہ مسجدوں کی خرابی چاہتے ہیں۔ انکو چاہیئے تھا۔ کہ خدا ترس ہو کر داخل ہوتے۔ مسجد دربار الٰہی ہے۔ اس میں دنیاوی بات چیخ کر کرنے کی ممانعت ہی جیساکہ عدالت کی ہتک ہوتی ہی، چہ جائیکہ اس میں فساد کیا جائے۔ نماز پڑھنے سے روکا جائے۔ ایسے لوگوں کیلیئے دنیا میں خرابی ہی۔ اور آخرت میں اس سی بڑا عذاب۔ ایسے روکنے والے یاد رکھیں۔ مشرق مغرب سب خدا کا ملک ہے۔ خدا کے فرمانبرداروں کی جدھر توجہ ہے۔ اسی طرف اللہ کی توجہ ہوگی۔ کیونکہ وہ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے۔

طواف میں سات گردشیں کیوں ہیں؟

حضرت ابراہیمؑ نے سات دعائیں کی ہیں۔

(۱) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ (۲) وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۵ (۳) وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا (۴) وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۵ (۵) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ (۶) وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۷) وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۵

(۱) ای ہمارے رب ہمکو اپنی فرمانبردار بنالے (۲) ہماری اولاد میں سی ایک فرمانبردار جماعت جو دوسروں کیلئے امام ہو بنا (۳) ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا۔ اس میں تنبیہ ہی اس بات کی طرف کہ کوئی من گھڑت طریق مقبول نہیں ہی (۴) اور ہماری فرمانبرداری میں جو غلطیاں یا کمزوریاں ظاہر ہوں ان سی درگذر فرما (۵۔ ۶۔ ۷) اور پھر ان میں ایک رسول مبعوث کر جو ان کو کتاب اور پختہ باتیں سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے۔

اسلام میں ایک امتیاز

مٹی پانی جذب کرتی ہی۔ تو پھر ایک وقت آتا ہی۔ کہ وہ پانی دیتی ہے۔ اسی طرح ہر عمدہ چیز پہلے کچھ لیتی ہی پھر دیتی ہے۔ اسلام نے اگر مشرکین سے کچھ چھڑایا۔ تو اس سی بہتر انکو دیا۔ مثلاً آٹھ وقت شراب پیتے تھی جب اسکی ممانعت کا حکم آیا۔ تو اس کی بجائے آٹھ وقت نماز کے رکھدی۔ بت پرستی چھڑائی اور ایک اللہ کی عبادت سکھائی۔

انبیاء جتھے کا انتظار نہیں کرتے

یہ غلط ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب تک جتھا نہ تھا۔ آپ نے جنگ نہ کی حضرت نوح کے پاس کونسا جتھا تھا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿﴾ مگر جب وقت آیا۔ تو ایک ہی دعا سے سب کا بیڑا غرق کر دیا۔ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿﴾ اسی طرح حضرت موسیٰ کی جماعت کی نسبت فرعونی خود کہتے ہیں۔ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿﴾ یہ ایک معدودی جماعت ہے۔ مگر حضرت موسیٰ گھبرائے نہیں اور اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ کے جواب میں كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ فرماتے ہیں۔ اور ایک ہی دعا سے مخالفین کا قلع قمع کراتے ہیں۔ جو یہ ہے رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿﴾ اے رب ان کے مالوں پر جھاڑو پھیر دے۔ اور ان کے دل سخت کر دے۔ بس یہ ایمان نہ لائیں جب تک دردوینے والا عذاب نہ دیکھ لیں۔

اسی طرح نبی کریم صلعم کی فتوحات جتھے کے بھروسے پر نہ تھیں۔ بلکہ غزوہ حنین میں اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت کی آیت نازل ہوئی۔ کہ کثرت نے عجب دلایا تو یہ کثرت کسی کام نہ آئی بلکہ زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی۔ ایسی تنگ گھڑیوں میں جب سب ساتھ چھوٹ گیا۔ حضرت سرور کائنات ان النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب پکارتے جاتے تھے۔

مومن میں تبلیغ کا جوش کیسا ہونا چاہیئے؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف میں گئے۔ وہاں کے نمبرداروں نے چند شہدے اکٹھے کر کے آپ کے پیچھے لگا دیئے۔ آپ کی پنڈلیاں لہو لہان ہو گئیں۔ فرماتے ہیں۔ بارہ کوس میں بھاگتا آیا۔ اور مجھے اتنا معلوم نہیں ہوا۔ کدھر جا رہا ہوں۔ پہاڑوں کے فرشتے نے حاضر ہو کر عرض کی اگر فرمائیں تو یہ پہاڑ ان پر الٹ دوں۔ فرمایا میں امید کرتا ہوں۔ ان کی اولاد کو خدا اسلام نصیب کرے۔

سبحان اللہ کیا حوصلہ کیا وسعت قلب ہے۔ اور پھر اپنے مولیٰ پر کیا کیا امیدیں ہیں ان

سے ناامید نہیں ہوئے۔ آخر آپ نے ایک شخص کے باغ میں دم لیا۔ وہاں جس غلام نے انگور پیش کئے۔ اس سے پوچھا۔ تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ اس نے کہا نینوا کا۔ کہا کہ ہاں وہ میرے بھائی یونس کا وطن ہے۔ پھر اُسے توحید کی تعلیم شروع کر دی۔ پس مومن میں چاہیئے۔ کہ ایسی ہمت ہو۔ ایسا عزم ہو۔ ایسا استقلال ہو۔

نصرت الٰہی کن لوگوں کے لیئے ہے؟ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نصرت الٰہی ان لوگوں کے لیئے ہے۔ جو اللہ کے کاموں میں نصرت کریں۔ اس کے دین کی حمایت کریں۔

(۲) نمازیں سنوار کر پڑھیں چنانچہ صحابہ میں کسی عمداً تارک الصلوٰة کی نظیر نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ جو نماز نہ پڑھتا۔ اُسے مسلم نہیں سمجھتے تھے۔ اور مسلمان ہونیکا امتیازی نشان بھی یہی قرار دیا گیا چنانچہ فرماتا ہے فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوةَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ یعنی اگر شرک سے توبہ کریں نماز قائم کرتے رہیں زکوٰة دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور حدیث میں ہے من صلّی صلوتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمة اللہ و ذمة رسولہ (جو ہماری نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلم ہے۔ اس کے لیے اللہ کا ذمہ اور رسول کا ذمہ ہے) ایک اور مقام پر فرماتا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ . . . . اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ۔ مومن وہی ہیں . . . . جو نماز قائم کرتے ہیں۔ دوسری طرف جب دوزخیوں سے پوچھا جائیگا۔ مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ (تمہیں دوزخ میں کیا شئی لے گئی) تو وہ جواب دیں گے۔ ہم نمازی نہ تھے۔ باوجود اس تاکید شدید کے۔ افسوس دس فی صدی بھی نام کے مسلمانوں اور زبان سے کلمہ پڑھنے والوں میں نمازی نہیں۔

(۳) زکوٰة باقاعدہ ادا کرتے رہیں۔

(۴) امر بالمعروف اور

(۵) نہی عن المنکر کرتے رہیں؛

انصار اللہ

میں کل انصار اللہ کو رسالہ تشحیذ الاذہان کے ذریعہ اطلاع دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام باقاعدہ ہو رہا ہے۔ اور ایک کثیر تعداد انصار کی غیر معمولی جوش کیساتھ اپنا کام کر رہی ہے اور بہت سی جگہوں پر خاص کامیابی ہوئی ہے اور قریباً تیس کے آدمی جماعت میں داخل ہوئے ہیں اور آجکل تو کثرت کیساتھ انصار کی رپورٹوں سے خوشخبری کی بو آتی ہے۔ میں اپنے مولا سے آپ لوگوں کی کامیابی کیلئے خاص طور سے دعا میں مشغول ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ قبولیت کے آثار ہویدا ہو رہے ہیں۔ اور وہ رکاوٹیں جو پہلے پیش آتی تھیں خود بخود اٹھ رہی ہیں اور غفلت کے پردہ چاک ہو رہے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ تو عنقریب انصار کی طرف سے ایک بڑی فہرست اُن اسمار کی شائع کی جائیگی جو ان کی کوششوں سے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونگے۔

مگر باوجود اس خوشخبری کے میں افسوس کرتا ہوں کہ ابھی آپ لوگوں میں سے ایک اچھی خاصی تعداد اپنے کام سے ناواقف ہے۔ اور سمجھتی ہے کہ ہمارے بدلہ ہمارے بھائی کام کر رہے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو سچ سچ بتاتا ہوں کہ کسی کی قبر میں کوئی دوسرا نہیں جاتا اور ہر ایک شخص اُسی کام سے نفع کا امیدوار ہو سکتا ہے۔ جو اس کے ہاتھوں نے کیا۔ پس ہوشیار ہو جاؤ اور ان وعدوں کو یاد کرو۔ جو آپ لوگوں نے اپنے مولیٰ سے جماعت انصار میں داخل ہوتے وقت کئے۔ کیا کسی کی جرأت ہے کہ وہ اپنے ضلع کے حاکم سے ایک بات کہکر مکر جائے۔ اگر نہیں تو پھر قادر مطلق خدا جس کی بادشاہت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا اسکے وعدوں کو توڑ کر کون نفع حاصل کر سکتا ہے اپنی ذمہ داریوں سے واقف ہو کہ ناواقف انسان ٹھوکر کھاتا ہے۔ آپس میں محبت اور اتفاق کے رشتہ کو مضبوط پکڑو۔ تا خدا سے بڑے بڑے انعام کے مستحق ہو۔ تمام احمدی جماعت کی بہتری اور اس کے شیرازہ کے مضبوط باندھنے میں کوشش کرو اور اگر کسی جگہ جھگڑا اور فساد ہو تو اُس کے دور کرنیکی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور اپنی پوری زور سے

اسکو دفع کرو۔ سلسلہ احمدیہ خدا کا بنایا ہوا ہے تم اُس کے خادم بنو اور ہر ایک احمدی کی بہتری کا خیال رکھو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری بہتری کا خیال کرے۔ میں سنتا ہوں۔ کہ لوگ آپ لوگوں پر ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کیا بدعت ایجاد ہوئی ہے گھبراؤ نہیں کیونکہ جب تک مخالفت نہ ہو کوئی کام ترقی نہیں پاتا۔ وہ لوگ خود کام نہیں کر سکتے۔ دوسروں کو بھی روکتے ہیں چاہئیے تو یہ تھا۔ کہ اس جماعت کی دیکھا دیکھی اور کئی جماعتیں انہی اغراض کے پورا کرنیکے لیے بنتیں مگر وہ اُلٹا تمکو بھی کام سے روکتے ہیں پس خدا پر بھروسہ رکھو اور حضرت خلیفۃ المسیح سے تعلق کو بڑھاؤ کیونکہ خدا جن کو اپنے کام کے لیے چنتا ہے۔ انکے کلام میں برکت دیتا ہے نہ معلوم کس وقت کی دعا تمہارے لیے تیر بہدف ہو جائے۔ اکثر انصار رپورٹ بھیجنے میں سست ہیں۔ اس سستی کو دور کرنا چاہیئے جہاں جہاں کسی انصار کے ذریعہ سے کوئی شخص جماعت میں داخل ہو وہ فوراً مجھے اطلاع دیں۔ ارادہ ہے کہ ایسے آدمیوں کے ناموں کا ایک رجسٹر رکھا جائے تاکہ دوسروں کے لیے تحریص کا موجب ہو۔ والسلام (خاکسار مرزا محمود احمد)

لا تتبعوا خطوات الشیطن

جابر بن عبیدہ عدوی فرماتے ہیں کہ علا بن زیاد سے میں نے شکایت کی۔ کہ میرے دل میں وسوسہ ہوتا ہے انھوں نے فرمایا۔ چور اسی گھر میں گھستا ہے جس میں مال ہو۔ اگر کچھ نہ ہوگا۔ وہ کیوں آنے لگا۔ پس جو دل ہوائے نفسانی سے خالی ہو۔ اس میں شیطان کا کیا کام

(۲) بعض لوگ شیطان کی ماہیت پر بحث شروع کر دیتے ہیں کہ اسکا جسم کیسا ہے شکل کیا ہے وہ ہے کیا چیز ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے کپڑوں میں سانپ گھس جاوے اور وہ اس کے ڈسنے سے بچنے کی فکر تو نہ کرے اور اسکی رنگت، اسکی لمبائی کی تحقیقات شروع کر دے۔

(۳) شیطان کا سب سے بڑا داؤ یہ ہے کہ وہ شر کو خیر کی صورت میں پیش کرے۔

کسی بزرگ کے حضور کسی نے شکایت کی۔ کہ ہمارا حاکم ظالم ہے۔ بزرگ نے جواب دیا۔ تم خود ظالم ہو۔ پہلے اپنے ظلم کا فکر کرو۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ کذٰلک نولی بعض الظالمین بعضاً ط

ممبران تشحیذ الاذہان اپنے فرائض کی طرف متوجہ ہوں

انجمن تشحیذ الاذہان کے جس قدر ممبر ہیں بموجب معاہدہ کے انکا فرض ہے کہ وہ رسالہ کے خریدار مہیا کرنے میں ایک نمایاں حصہ لیں اور پھر انکے ذمہ کوئی بقایا نہ ہو تاکہ وہ دوسروں کیلئے اسوہ حسنہ بن سکیں۔

میں بذریعہ اس تحریر کے تمام معزز ممبران کی قومی حمیت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ دسمبر ۱۹۱۱ء تک دنیا کو دکھا دیں کہ احمدی قوم کے نوجوانوں کے اندر کونسی روح کام کر رہی ہے۔ اپنے ذمہ کا بقایا ادا فرماویں اور چندہ ممبری بھی عطا ہو پھر ہر ایک ممبر کم از کم پانچ خریدار مہیا کر دے۔ جو اہل قلم ہیں وہ اپنے قلم جواہر رقم کو حرکت دیں۔ غرض دامے درمے سخنے امداد سے پہلوتہی فرماویں۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔ میں امید کرتا ہوں دوبارہ یاد دہانی کی ضرورت نہ رہیگی +

(اسسٹنٹ ایڈیٹر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۹۱

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مشہور دوائیں

اصلی عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آیا جہاں تہاں ہیضہ کا آنا بھی ممکن ہے اس سے بچنے کا آسان طریقہ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصلی عرق کافور ہے یہ دوا ۲۷ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہے عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد اور متلی کیلیے اکسیر کا اثر رکھتی ہے ہمیشہ ایک شیشی اپنی پاس رکھو قیمت فی شیشی ۸ محصول ڈاک ۵ تک ۵

عرق پودینہ

ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے اسکا رنگ ہلکا سبز سا ہے اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی آتی ہے یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہے ریاح کیلیے یہ نہایت مفید دوا ہے پیٹ کا پھولنا ڈکار کا آنا پیٹ میں درد بدہضمی متلی اشتہا کم ہونا وغیرہ ریاح کی علامت جلد دور ہو جاتی ہے قیمت فی شیشی ۸ محصول ڈاک ۵

جلاب کی گولیاں

رات کو دو گولی کھاکر سو جاؤ صبح کو دست صاف ہوگا پیٹ میں گرمی و مروڑ کچھ نہیں ہوگی حسب معمول نہانے اور کھانے پینے میں کچھ رکاوٹ نہیں ہوگی ۲۷ برس سے ڈاکٹر برمن صاحب اپنے مریضوں کو دیتے چلے آئے ہیں یہ گولیاں کل ہی بنتی ہیں مقدار اور وزن میں گولیاں برابر ہیں ہر عیالدار کو ایک ڈبیا رکھنی چاہیے قیمت ۱۶ گولیوں کی ڈبیا ۵ ایک سے ۶ ڈبیا تک محصول ڈاک ۵

درد سر ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہو جاتا ہے یہ دوا لحظہ میں اسکو پانی کر دیتا ہے درد ریاح جیسے ٹیس چمک ٹپک گوں ہر میں کتنی سے جو کہیں چھٹپٹاتے ہو تو اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے درد سر نصف سر ہو یا تمام سر ہو کسی وجہ سے ہو فوراً دور ہو جاتا ہے ایسی ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے قیمت ۱۲ ٹکیوں کی ایک شیشی ۶ محصول ڈاک ایک سے چھ ڈبیا تک چھ آنہ

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت سٹریٹ کلکتہ